ہفت روزہ

لاہور

ندائے خلافت

07

www.tanzeem.org

مسلسل اشاعت کا
33واں سال

تنظیم اسلامی کا پیغام
خلافت راشدہ کا نظام

تنظیم اسلامی کا ترجمان

2 تا 8 شعبان المعظم 1445ھ/ 13 تا 19 فروری 2024ء

حل کیا ہے؟

ہمارے ہاں کچھ لوگ جمہوریت کو ان تمام مسائل کا حل سمجھتے ہیں۔ میری رائے میں پاکستان کی بقا صرف اور صرف اسلامی انقلاب میں ہے۔ البتہ جب تک کوئی انقلاب نہیں آتا' جمہوریت ہونی چاہیے' ورنہ چھوٹے صوبوں کے اندر احساسِ محرومی بڑھے گا۔ اگر انہیں بات کرنے کا موقع ہو جمہوری حقوق حاصل ہوں' مطالبوں کے لیے جلسے کریں' جلوس نکالیں تو غبار اندر سے نکل جاتا ہے' بھڑاس نکل جاتی ہے' ورنہ لاوا اندر ہی اندر پک کر پھٹ پڑتا ہے۔ البتہ ہمارے لیے پناہ کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم اسلام کی طرف پیش قدمی کریں۔ کسی بلند تر مقصد کے لیے انسان چھوٹے مفادات کی قربانی دے دیتا ہے۔ جب کوئی مقصد سامنے نہ ہو تو پھر مفادات اور مصلحتیں ہی رہ جائیں گی اور ان میں ٹکراؤ تو ہوتا ہی ہے۔ ہماری محرومی ہے کہ ہم اسلام کی طرف سوچنے کو تیار ہی نہیں۔ خدارا سوچیے! وہ مقصد کہاں ہے جس کے لیے پاکستان بنایا تھا؟ نوجوان نسل سوال کرتی ہے کہ پاکستان کیوں بنایا تھا؟ جو ماحول بھارت میں ہے وہی یہاں ہے' بینکنگ کا وہی نظام وہاں بھی ہے جو یہاں ہے' وہی ملٹی نیشنل تنظیمیں وہاں بھی ہیں' یہاں بھی ہیں۔ مسجدیں وہاں بھی ہیں' یہاں بھی ہیں۔ پھر آخر کیوں اتنی جانیں دے کر اور عصمتیں لٹا کر پاکستان بنوایا؟ میرے نزدیک ہمارے مسائل کا حل صرف توبہ میں ہے۔ انفرادی توبہ یہ ہے کہ اپنے کردار سے خلاف شریعت کاموں کو نکال دیا جائے۔ دوسری ہے اجتماعی توبہ۔ میں سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آ جائے گی اور قومِ یونسؑ کی طرح اللہ تعالیٰ ہماری توبہ قبول فرمالے گا۔ قومِ یونسؑ پر عذاب کے آثار شروع ہو گئے تھے' لیکن انہوں نے توبہ کی اور اللہ نے ان پر سے عذاب ٹال دیا۔

بصائر
ڈاکٹر اسرار احمدؒ

غزہ پر اسرائیل کی وحشیانہ بمباری کو 129 دن گزر چکے ہیں!
کل شہادتیں: 28000 سے زائد، جن میں بچے: 12000،
عورتیں: 9000۔ زخمی: 77000 سے زائد

اس شمارے میں

پاکستان کے تمام عام انتخابات کا آنکھوں دیکھا حال

اہلِ جنت کے اوصاف

الیکشن 2024ء: حقائق اور تجاویز

رام مندر اور بھارت کا مستقبل

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری

Defunding UNRWA is worse than collective punishment

الہدیٰ
ڈاکٹر اسرار احمدؒ 1072

فرعون کا بنی اسرائیل پر ظلم

سورۃ القصص | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 01 تا 04

طٰسٓمّٓ ① تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ② نَتۡلُوۡا عَلَیۡکَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰی وَ فِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ
لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ③ اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ وَ جَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا یَّسۡتَضۡعِفُ
طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَہُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَہُمۡ ؕ اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ④

آیت ۱: ﴿طٰسٓمّٓ ①﴾ ’’طٰ سٓ مٓ۔‘‘

آیت ۲: ﴿تِلۡکَ اٰیٰتُ الۡکِتٰبِ الۡمُبِیۡنِ ②﴾ ’’یہ کتابِ روشن کی آیات ہیں۔‘‘

آیت ۳: ﴿نَتۡلُوۡا عَلَیۡکَ مِنۡ نَّبَاِ مُوۡسٰی وَ فِرۡعَوۡنَ بِالۡحَقِّ لِقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ ③﴾ ’’ہم سناتے ہیں آپؐ کو موسیٰؑ اور فرعون کے کچھ احوال حق کے ساتھ‘ ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔‘‘

گویا سورت کا آغاز ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے ہو رہا ہے۔

آیت ۴: ﴿اِنَّ فِرۡعَوۡنَ عَلَا فِی الۡاَرۡضِ﴾ ’’یقیناً فرعون نے بہت سرکشی کی تھی زمین (مصر) میں‘‘

﴿وَ جَعَلَ اَہۡلَہَا شِیَعًا﴾ ’’اور اُس نے تقسیم کر دیا تھا اس کے باسیوں کو گروہوں میں‘‘

فرعون نے مصر کے عوام کو دو طبقوں میں تقسیم کر رکھا تھا۔ ایک طبقہ حاکم تھا اور دوسرا محکوم۔ یعنی قبطی قوم حاکم تھی جبکہ بنی اسرائیل ان کے محکوم تھے۔

﴿یَّسۡتَضۡعِفُ طَآئِفَۃً مِّنۡہُمۡ﴾ ’’اس نے دبا رکھا تھا ان میں سے ایک گروہ کو‘‘

بنی اسرائیل کو اس نے محکومی اور غلامی کے شکنجے میں جکڑ رکھا تھا اور ان پر وہ بہت سختی کا برتاؤ کرتا تھا۔

﴿یُذَبِّحُ اَبۡنَآءَہُمۡ وَ یَسۡتَحۡیٖ نِسَآءَہُمۡ ؕ﴾ ’’وہ ان کے بیٹوں کو ذبح کر دیتا تھا اور ان کی عورتوں کو زندہ رہنے دیتا تھا۔‘‘

﴿اِنَّہٗ کَانَ مِنَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ④﴾ ’’یقیناً وہ فساد مچانے والوں میں سے تھا۔‘‘

درس حدیث

تین باتوں کی نصیحت

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ رضی اللہ عنہ قَالَ لَقِيتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَقُلْتُ مَا النَّجَاةُ؟ فَقَالَ: ((اَمْلِكْ عَلَيْكَ لِسَانَكَ وَلْيَسَعْكَ بَيْتُكَ وَابْكِ عَلَى خَطِيئَتِكَ)) (رواہ احمد والترمذی)

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا‘ اور عرض کیا‘ کہ حضرت (مجھے بتا دیجئے کہ) نجات حاصل کرنے کا گر کیا ہے؟ (اور نجات حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا کیا کام کرنے چاہئیں؟) آپؐ نے ارشاد فرمایا: ’’اپنی زبان پر قابو رکھو (وہ بے جا نہ چلے) اور چاہیے کہ تمہارے گھر میں تمہارے لیے گنجائش ہو‘ اور اپنے گناہوں پر اللہ کے حضور میں رویا کرو۔‘‘

تشریح: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن عامر کے سوال پر نجات حاصل کرنے کا گر بتایا اور تین باتوں کی نصیحت کی اول زبان پر قابو رکھو۔ زبان کا غیر محتاط استعمال انسان کو ذلیل و خوار کر دیتا ہے جبکہ حسن کلام کی تاثیر سے دشمن کو دوست بنایا جا سکتا ہے۔ جس نے اپنی زبان پر قابو پا لیا‘ اُس نے بہت بڑا کام کیا۔ دوم یہ کہ بندہ فارغ وقت ادھر ادھر گھومنے کی بجائے اپنے گھر میں گزارے تا کہ اپنے بیوی بچوں میں رہ کر گھر کے کام کاج کرے یا عبادت کرے۔ سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ سے عاجزی ‘ انکساری کے ساتھ رو رو کر اپنے گناہوں کی بخشش مانگے۔ جس کی خطائیں بخش دی گئیں وہ کامیاب ہوا۔ یہ کام نجات دلانے والے ہیں۔

ادار یہ
ایوب بیگ مرزا

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پاکستان کے تمام عام انتخابات کا آنکھوں دیکھا حال

1970ء میں پہلی مرتبہ پاکستان میں ملکی سطح پر عام انتخابات کا انعقاد ہوا۔ اس سے پہلے چند ایک انتخابات صرف صوبوں کی سطح پر ہوئے تھے۔ پاکستان میں آج تک کوئی ایسے انتخابات نہیں ہوئے جن کے بارے میں قومی سطح پر اجماع ہو گیا ہو کہ یہ انتخابات شفاف اور منصفانہ تھے۔ اس حوالے سے صرف 1970ء کے انتخابات کے بارے میں دعویٰ کیا جاتا ہے کہ وہ بڑے صاف، شفاف اور منصفانہ انتخابات تھے لیکن جن لوگوں نے گہرائی سے ان انتخابات کو دیکھا اور جانچا ہے، وہ کہتے ہیں کہ یہ انتخابات بھی ایسے صاف، شفاف اور منصفانہ نہیں تھے۔ مشرقی پاکستان میں عوامی لیگ اور پنجاب و سندھ میں پاکستان پیپلز پارٹی نے کچھ ایسی کارروائیاں کی تھیں جن سے ان انتخابات کی شفافیت پر سوال کھڑے ہو گئے تھے۔ درحقیقت ان انتخابات کا ایک خاص پس منظر تھا۔ جنرل ایوب خان نے قریباً گیارہ سال پاکستان پر مطلق العنانہ حکومت کی۔ پھر اُن کی حکومت کے خلاف ایک عوامی تحریک چلی۔ مغربی پاکستان میں اس تحریک میں ذوالفقار علی بھٹو کا کلیدی رول تھا جو 1966ء میں ایوب خان کی حکومت سے الگ ہو کر ایک اپوزیشن لیڈر کی حیثیت سے سامنے آئے تھے اور مشرقی پاکستان کے بنگلہ بندو شیخ مجیب الرحمٰن جو ایوب خان کے دور میں جیل میں تھے، وہ بھی زیرِ عتاب تھے۔ اُنہیں مذکورہ تحریک کے دوران ایوب خان نے رہا کر دیا یا اُنہیں کرنا پڑ گیا۔ شیخ مجیب الرحمٰن اپنے چھ نکات کی وجہ سے مشرقی پاکستان میں انتہائی پاپولر ہو چکے تھے۔ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ جہاں ایوب خان کی حکومت کمزور پڑ چکی تھی وہاں شیخ مجیب الرحمٰن مشرقی پاکستان کی اکثریت عوام کے دلوں میں راج کر رہے تھے۔ لہٰذا اُن دِنوں میں بھٹو کا پنجاب اور سندھ میں بڑا دبدبہ تھا اور مشرقی پاکستان میں تو شیخ مجیب الرحمٰن کے سامنے کوئی دم نہیں مار سکتا تھا لہٰذا انتظامیہ کا قدرتی جھکاؤ ان دونوں لیڈروں کی طرف تھا۔ لہٰذا 1970ء کے انتخابات میں ان دونوں کے لیے کچھ نہ کچھ دھاندلی ہوئی، لیکن کیونکہ وہ ان علاقوں میں بہت پاپولر بھی تھے لہٰذا خاص نوٹس نہ لیا گیا بھٹو پنجاب اور سندھ میں میدان مارنے میں کامیاب ہو گئے اور شیخ مجیب الرحمٰن نے تو مشرقی پاکستان میں کلین سویپ کر دیا۔ لیکن بدقسمتی سے یحییٰ خان کی بدنیتی اور بددیانتی کی وجہ سے اور ذوالفقار علی بھٹو کی ہر قیمت پر اقتدار میں آنے کی خواہش سے اقتدار کی پُرامن منتقلی میں رکاوٹ کھڑی ہو گئی۔ اقتدار پُرامن طور پر منتقل کرنے کی بجائے بنگالیوں کے محبوب لیڈر شیخ مجیب الرحمٰن کو پھر گرفتار کر لیا گیا اور اُس وقت کی عسکری قیادت نے عوامی خواہشات کو روندنے اور کچلنے کے لیے ایک زبردست آپریشن شروع کر دیا۔ باقی تاریخ ہے جو سب قارئین کے علم میں ہے۔ پاکستان کو اپنے پیدائشی اور ازلی دشمن بھارت کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست ہوئی اور تاریخ میں پہلی بار اتنی بڑی مسلمان فوج کو دشمن کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے۔ یہ بات واضح رہے کہ اس سے پہلے مسلمانوں کو دشمنوں سے اگرچہ شکست کا سامنا تو رہا۔ لیکن کبھی اتنی بڑی مسلمان فوج نے دشمن کے آگے ہتھیار نہیں پھینکے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پاکستان دولخت ہو گیا۔

سانحہ سقوطِ مشرقی پاکستان 16 دسمبر 1971ء کو پیش آیا۔ اُس وقت ذوالفقار علی بھٹو پاکستان سے باہر تھے۔ شکست خوردہ جرنیلوں نے اُنہیں پاکستان بلایا اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر مقرر کر دیا۔ معلوم تاریخ میں شاید یہ پہلا واقعہ تھا کہ ایک سویلین کو چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنا دیا گیا۔ ہماری رائے میں ذوالفقار علی بھٹو کو کسی صورت یہ عہدہ قبول نہیں کرنا چاہیے تھا۔ اس لئے کہ وہ جمہوریت کے بہت بڑے علمبردار تھے۔ 1970ء کے انتخابات میں اُنہوں نے جمہوریت ہماری سیاست کا نعرہ لگایا تھا جو بہت مقبول ہوا تھا۔ جمہوریت پسندی کا تقاضا تھا کہ وہ یہ عہدہ قبول کرنے کی بجائے ایک عبوری حکومت قائم کرنے کا مشورہ دیتے جس کی نگرانی میں نئے انتخابات ہوتے اُن حالات میں وہ بڑی اکثریت سے کامیاب ہوتے اور جمہوری وزیراعظم بن کر حکومت کرتے کیونکہ جن

ہفت روزہ — لاہور
ندائے خلافت
تا خلافت کی بنا دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر
تنظیم اسلامی کا ترجمان نظامِ خلافت کا نقیب
بانی: اقتدار احمد مرحوم
2 تا 8 شعبان المعظم 1445ھ — جلد 33
13 تا 19 فروری 2024ء — شمارہ 07
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید
مدیر: ایوب بیگ مرزا
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی
"دارالاسلام" ملتان روڈ چوہنگ لاہور۔ پوسٹل کوڈ 53800
فون: 78-35473375 (042)
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36۔کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔ 54700
فون: 03-35869501 فیکس: 35834000
nk@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 20 روپے
سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 800 روپے
بیرون پاکستان
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (21,000 روپے)
انڈیا، یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (16000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
"مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن" کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے
Email:maktaba@tanzeem.org

"ادارہ" کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

انتخابات میں بھٹو کو اکثریت حاصل تھی وہ متحدہ پاکستان میں ہوئے تھے اُن کی بنیاد پر چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بن جانا اُن کے اس ذہن کی عکاسی کرتا ہے کہ وہ ایک ڈکٹیٹر کی حیثیت سے حکومت کرنا چاہتے تھے۔ بہر حال اُنہوں نے 1973ء میں قوم کو ایک متفقہ آئین دیا جو اُن کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ پانچ سال بعد انتخابات کروانا اُس آئین کا تقاضا تھا۔ ذوالفقار علی بھٹو نے 1977ء میں یہ خیال کرتے ہوئے کہ اُن کے مخالفین منتشر ہیں ۔قبل از وقت غیر متوقع طور پر انتخابات کا اعلان کر دیا لیکن مخالفین نے حیرت انگیز پُھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نو (9) جماعتی اتحاد پاکستان قومی اتحاد کے نام سے قائم کرلیا۔ 7 مارچ 1977ء کو زبردست انتخابی معرکہ ہوا جب قومی اسمبلی کے انتخابات منعقد ہوئے۔ بھٹو کی پاکستان پیپلز پارٹی نے مکمل کامیابی حاصل کی لیکن پاکستان قومی اتحاد نے ان نتائج کو دھاندلی کا الزام لگا کر سختی سے مسترد کر دیا اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات کے بائیکاٹ کا اعلان کر دیا۔ یہ بائیکاٹ بوجوہ بڑا کامیاب رہا۔ اب قومی اتحاد نے حکومت کے خلاف عوامی تحریک کا اعلان کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے شواہد سامنے آئے جن سے معلوم ہوتا تھا کہ دھاندلی ہوئی ہے۔ پری پولنگ رگنگ بھی ہوئی اور پولنگ کے دن بھی دھاندلی کی گئی لیکن یہ بات بھی واضح ہو کر سامنے آئی کہ دھاندلی P.P.P کی حماقت تھی اور اس خواہش کا نتیجہ تھی کہ زیادہ سے زیادہ لوگ زیادہ مارجن سے جیتیں وگرنہ مبصرین کی رائے میں بغیر دھاندلی کے بھی مناسب مارجن سے P.P.P جیت رہی تھی۔ دھاندلی کے خلاف تحریک نے بعد ازاں نظام مصطفےٰ تحریک کی شکل اختیار کر لی جسے بھٹو ہر قسم کا حربہ استعمال کر کے بھی نہ ختم کر سکے اور 5 جولائی 1977ء کو اُس وقت کے آرمی چیف نے ملک میں حالات کی خرابی کا عذر بنا کر مارشل لاء لگا دیا۔ اس مرتبہ چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر نے یہ چالاکی کی کہ 1973ء کے آئین کو مکمل طور پر منسوخ نہ کیا بلکہ اُس کی صرف وہ شقات ختم کر دیں جو اُس کے اقتدار کے راستے میں حائل تھیں۔ بعد ازاں ہماری اُس عدلیہ نے جسے جسٹس منیر نے نظریہ ضرورت کا خوبصورت جواز فراہم کیا تھا اُسی کو استعمال کرتے ہوئے نہ صرف اس مارشل لاء کو جائز قرار دیا تھا بلکہ جنرل ضیاء الحق کو یہ اختیار بھی دے دیا کہ وہ خود اکیلے اس آئین میں جو چاہیں ترامیم کر سکتے ہیں۔ لہٰذا اُس کا نام تو 1973ء کا آئین ہی رہا لیکن اُس کی اچھی خاصی سرجری کر دی گئی۔

جنرل ضیاء الحق نے مارشل لاء لگاتے وقت 90 دن میں انتخابات کروا کر عوام کو اقتدار واپس منتقل کرنے کا وعدہ کیا۔ اُس کا خیال یہ تھا کہ عوام نے جس طرح بھٹو کے خلاف تحریک چلائی ہے وہ اب کبھی اقتدار میں واپس نہیں آ سکتا۔ لیکن عوام کا اپنا مزاج ہے اُن کی اکثریت نے مارشل لاء کو رد کر دیا۔ بھٹو ایک بار پھر پاپولر دکھائی دینے لگا لہٰذا جنرل ضیاء الحق اپنے وعدے سے مُکر گیا اور انتخابات ملتوی کر دیے۔ جولائی 1977ء سے 1985ء تک جنرل ضیاء الحق انتخابات کے نئے نئے وعدے کرتا رہا لیکن کوئی وعدہ ایفا نہ کیا۔ درحقیقت اُسے خطرہ تھا کہ بھٹو اقتدار میں واپس آ جائے گا اور آئین منسوخ کرنے کے جرم میں اُس پر آرٹیکل 6 لگ جائے گی جس کی سزا موت ہے۔ لہٰذا بھٹو کو ایک قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا سنا دی گئی۔ انتہائی افسوسناک واقعہ یہ ہوا کہ سپریم کورٹ کے نورکنی بینچ میں سے جن پانچ ججوں نے بھٹو کے خلاف فیصلہ سنایا اُن کا تعلق پنجاب سے تھا اس میں بھٹو کی پاپولرٹی میں صوبائیت کا رخ بھی در آیا۔ لہٰذا جنرل ضیاء الحق انتخابات کروانے سے ہچکچاتا رہا۔ وقت گزرنے کے ساتھ جنرل ضیاء الحق کا انتخابات ملتوی کرنا ممکن نہ رہا۔ 1985ء میں اُسے یہ بات سوجھی کہ انتخابات تو کروا دیے جائیں لیکن کسی سیاسی جماعت کو اُس میں بحیثیت جماعت شرکت کی اجازت نہ ہو بلکہ غیر جماعتی انتخابات کا شوشہ چھوڑ دیا گیا۔ یہ صدفی صد حقیقت ہے کہ ان غیر جماعتی انتخابات کو انتالیس (39) برس ہو چکے ہیں لیکن پاکستان اس کے نقصانات آج تک بھگت رہا ہے۔ انتخابات میں برادری، دولت اور خاندانی اثر و رسوخ نے اتنا گہرا اثر ڈالا کہ اب جماعتی انتخابات میں بھی سرمایہ اور برادری نے انتہائی اہم رول حاصل کر لیا۔ پھر یہ تضاد اس انتہا پر سامنے آیا کہ اسمبلیوں کے قائم ہو جانے کے بعد ممبران اپنے اپنے مفادات کے مطابق دولت کی چمک سے اور مختلف عہدوں کی لالچ کی بنیاد پر مختلف جماعتوں میں منتقل ہو گئے۔ اب سیاست ایک مکمل کاروبار اور تجارت کا رخ اختیار کر گئی۔

1985ء کے اس الیکشن میں مسلم لیگ جسے پیر پگاڑا کی سرپرستی حاصل تھی اُسے اقتدار منتقل ہوا اور اُن کے مرید محمد خان جونیجو وزیر اعظم بن گئے اور جنرل ضیاء الحق نے صدارت سنبھالی لیکن صدر ضیاء الحق اور وزیر اعظم جونیجو میں جلد اختلافات پیدا ہو گئے۔ ضیاء الحق نے آئین کی جو تراش خراش کی اُس کے مطابق صدر کو اسمبلی کو قبل از وقت برطرف کرنے کا اختیار حاصل ہو گیا تھا۔ 29 مئی 1988ء کو ضیاء الحق نے وزیر اعظم جونیجو کو برطرف کر دیا اور قومی اسمبلی توڑ دی۔ اور 16 نومبر 1988ء کو ایک اور غیر جماعتی انتخابات کا اعلان کر دیا تھا۔ لیکن اس کے قریباً پونے تین ماہ بعد جنرل ضیاء الحق طیارے کے ایک حادثے میں جاں بحق ہو گئے۔ جس پر سینٹ کے چیئرمین غلام اسحاق خان پاکستان کے صدر بن گئے۔ صدر غلام اسحاق نے غیر جماعتی انتخابات کو جماعتی انتخابات میں تبدیل کر دیا۔ اس موقعہ پر ایک اہم واقعہ رونما ہوا جونیجو ضیاء الحق کی زندگی میں ہی اپنی برخواستگی کو کورٹ میں چیلنج کر چکے تھے کورٹ نے اُن کے حق میں فیصلہ دیا کہ صدر ضیاء الحق کا اقدام غیر آئینی تھا اور اسمبلی بحال کر دی۔ لیکن نئے آرمی چیف نے یہ کہہ کر کورٹ کا فیصلہ بدلوا لیا کہ اب انتخابات کی تیاری ہو چکی ہے لہٰذا انتخابات کرائے جائیں نئے جنرل صاحب کا فیصلہ بھی پاکستان کو مہنگا پڑا۔ اس لیے کہ اس سے مستقبل کے صدر کے لیے اسمبلی توڑنے کا راستہ کُھل گیا۔

نئے انتخابات 16 نومبر 1988ء کو ہوئے جس میں قومی اسمبلی میں پاکستان پیپلز پارٹی کو اکثریت حاصل ہوئی۔ لیکن تین دن بعد جب صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات ہوئے تو نواز شریف جو پنجاب کے سابق وزیر اعلیٰ تھے۔ انہوں نے زوردار انداز میں نعرہ لگایا "جاگ پنجابی جاگ، تیری پگ نوں لگ گیا داغ" اس نعرے نے صورتِ حال کو تبدیل کر دیا اور پاکستان پیپلز پارٹی جس نے پنجاب سے قومی اسمبلی کی بہت سی نشستیں جیت لیں تھی پنجاب کی صوبائی اسمبلی کا

انتخاب ہار گئی اور نواز شریف پنجاب میں دوبارہ برسراقتدار آ گئے۔ پھر جب تک اسمبلیاں قائم رہیں مرکز میں بے نظیر کی حکومت اور پنجاب میں نواز شریف کی حکومت رہی مرکز اور صوبہ پنجاب آپس میں سوکنوں کی طرح لڑتے رہے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ یہ خطرہ پیدا ہو گیا کہ وزیراعظم بے نظیر اگر پنجاب آئیں تو وہ گرفتار ہو سکتی ہیں۔ بہرحال یہ دور اسی کش مکش میں گزرا۔ 1990ء میں صدر غلام اسحاق نے قومی اسمبلی توڑ دی اور بے نظیر کی حکومت ختم ہو گئی۔

24 اکتوبر 1990ء کو نئے انتخابات ہوئے مسلم لیگ نے I.J.I کے نام سے اسلامی جماعتوں کے ساتھ اتحاد کر کے انتخابات میں حصہ لیا۔ یہی وہ انتخابات ہیں جن میں I.S.I نے پاکستان پیپلز پارٹی کے خلاف I.J.I کو سپورٹ کیا اور اس اتحاد کی تمام جماعتوں کے لیڈروں کو بڑی بڑی رقوم سے نوازا۔ جس کے خلاف اصغر خان نے سپریم کورٹ میں کیس دائر کر دیا۔ یہ کیس کئی سال فائلوں تلے دبا رہا اس میں مرزا اسلم بیگ پر الزام لگا کہ یہ کام اُس نے I.S.I کے چیف اسد درانی کے ذریعہ کیا ہے۔ بالآخر یہ ثابت ہو گیا کہ سیاست دانوں میں رقوم تقسیم کی گئی تھیں لیکن کسی کو کوئی سزا نہ ہوئی۔ نئے انتخابات کے نتیجہ میں I.J.I کی طرف سے نواز شریف پہلی مرتبہ وزیراعظم بنے۔ سندھ میں بھی مسلم لیگ کی صوبائی حکومت بنی۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ 1990ء میں اگرچہ پنجاب میں نواز شریف کی مقبولیت عروج پر تھی لیکن اُس وقت سندھ خاص طور پر دیہی علاقوں میں عوام یہ بھی نہیں جانتے تھے کہ نواز شریف نامی کوئی پاکستان کا سیاست دان ہے۔ I.S.I اور اُس کے فنڈز کی کارگزاری تھی جو ناممکن کو ممکن بنا رہی تھی۔

صدر غلام اسحاق بحیثیت صدر پاکستان کا ایک ایسا ریکارڈ قائم کر چکے ہیں جو نہ ابھی تک ٹوٹا ہے اور نہ امید ہے کہ یہ ریکارڈ مستقبل میں ٹوٹ سکے گا۔ وہ یہ کہ جناب واحد صدر پاکستان ہیں جنہوں نے دو قومی اسمبلیاں توڑ دیں۔ 1990ء میں وہ اسمبلی جس میں P.P.P کی اکثریت تھی اور بے نظیر وزیراعظم تھیں اور دوسری 1993ء کی قومی اسمبلی جس میں نواز شریف کی حکومت تھی۔ لہٰذا ایک بار پھر نئے انتخابات کا انعقاد ہوا۔

انتخابات کے حوالے سے پاکستان کی تاریخ پر نظر دوڑائیں تو معلوم ہوتا ہے کہ مقتدرہ کا طریقہ کار یہ رہا کہ وہ ایک سیاسی جماعت یا سیاسی قوت کو نیچا دکھاتے اور اقتدار سے فارغ کرتے تو اُس کے سیاسی مخالفین کو سہارا دے کر اقتدار کی کرسی پر براجمان کر دیتے۔ لہٰذا 1993ء میں نواز شریف کی حکومت بے نظیر کے ساتھ ساز باز کر کے گرا دی گئی اور پاکستان پیپلز پارٹی کو سہارا دیا اور نواز شریف کی سیاسی دشمن بے نظیر کو اقتدار سونپ دینے کے لیے اُس کی پارٹی کا مکمل ساتھ دیا۔ لہٰذا بے نظیر پھر وزیراعظم بن گئیں۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اس مرتبہ فاروق لغاری P.P.P سے تعلق رکھتے تھے اُن ہی کے ہاتھوں ہی اُن کی پارٹی کی حکومت ختم کی گئی۔

6 فروری 1997ء کو مسلم لیگ (ن) ایک بار پھر P.P.P کو پچھاڑ کر قومی اسمبلی میں نواز شریف حکومت بنانے میں کامیاب ہو گئے۔ یہ بات بھی نوٹ کر لیں کہ جتنی دیر نواز شریف برسراقتدار رہے بے نظیر اُن کی حکومت گرانے کے لیے مسلسل طاقتور حلقوں سے رابطے میں رہیں۔ نواز شریف نے چونکہ آٹھویں ترمیم جو صدر پاکستان کے پاس ایک ایسا ہتھیار تھا جس سے مسلسل منتخب حکومت گرائی جا رہی تھیں۔ دو تہائی اکثریت کی بدولت اس ترمیم کا خاتمہ کر کے صدر سے یہ ہتھیار چھین لیا تھا۔ لہٰذا P.P.P کی لیڈر بے نظیر کے لیے یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ صدر کے ذریعے نواز شریف کی حکومت گرا سکتیں۔ پھر یہ کہ نواز شریف نے صدر بھی ایک سابق جج رفیق تارڑ کو بنا لیا تھا جو بہت سے حوالوں سے اُن کا ممنون احسان تھا۔ لیکن چونکہ امریکہ افغانستان پر یلغار کرنے کے لیے پر تول رہا تھا لہٰذا آرمی چیف پرویز مشرف نے امریکہ کے اشارے پر نواز شریف کی حکومت کا تختہ الٹ کر مارشل لاء لگا دیا۔ ہماری رائے میں پرویز مشرف کا یہ قدم حقیقت میں قومی سلامتی پر مہلک وار تھا جس سے پاکستان کے جسد پر ایسا زخم لگا جس میں سے ابھی تک خون رس رہا ہے اگرچہ نواز شریف نے بھی آرمی چیف کا ہوائی جہاز بھارت کی طرف موڑنے کا حکم دینے کی انتہائی احمقانہ حرکت کی تھی، لیکن پھر بھی یہ منتخب عوامی حکومت کا تختہ الٹنے کا جواز نہیں بنتا تھا۔

ہر فوجی طالع آزما کی طرح پرویز مشرف بھی انتخابات کے حوالے سے ٹال مٹول کرتے رہے۔ لیکن بالآخر اُنہوں نے 10 اکتوبر 2002ء کو انتخابات کے انعقاد کا اعلان کر دیا۔ مشرف نے نواز شریف کی حکومت کا تختہ الٹ کر اُسے قید کر دیا تھا۔ نواز شریف زیادہ عرصہ قید کی صعوبت برداشت نہ کر سکے اور مشرف کے ساتھ ایک سمجھوتہ کر کے جدہ چلے گئے۔ میدان چھوڑنے کی وجہ سے اُن کی سیاسی پوزیشن خراب ہو گئی اور مشرف مسلم لیگ میں توڑ پھوڑ کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لہٰذا مسلم لیگ (ن) میں سے مسلم لیگ (ق) نکل آئی، جسے چودھری برادران کی سربراہی حاصل ہو گئی۔ مشرف نے چودھری برادران کی بھاری کرپشن سے صرفِ نظر کر کے اُنہیں اپنی قوت کے بل پر صاف شفاف قرار دے دیا۔ ملک میں اب جو انتخابات ہوئے اُس میں مشرف نے جو کچھ مسلم لیگ (ق) کے ساتھ تعاون کر سکتا تھا اُس نے کیا لیکن مسلم لیگ (ق) پھر بھی اپنی حکومت نہ بنا سکی۔ لہٰذا مشرف کو P.P.P میں بھی توڑ پھوڑ کرنا پڑی۔

18 فروری 2008ء کو پھر انتخابات ہوئے بعض اطلاعات کے مطابق امریکہ مسلم لیگ (ق) کے خلاف ہو چکا تھا پھر یہ کہ مشرف کی حالات پر Grip بھی کمزور ہو چکی تھی۔ لہٰذا مشرف کی خواہش کے خلاف P.P.P برسراقتدار آ گئی اور یہ پہلی اسمبلی تھی جس نے 5 سال کی مدت پوری کی۔

11 مئی 2013ء کو ملک میں دسویں انتخابات منعقد ہوئے۔ نواز شریف نے جو مشرف کے ساتھ 10 سال انتخابی سیاست میں حصہ نہ لینے کا سمجھوتہ کیا تھا، وہ وقت پورا ہو چکا تھا۔ اگرچہ ایک عرصہ تک نواز شریف اس سمجھوتے کا انکار کرتے رہے لیکن سعودی عرب نے اُس کا دستاویزی ثبوت فراہم کر دیا تو اُنہیں ماننا پڑ گیا۔ گزشتہ 5 سال میں P.P.P کی انتہائی خراب کارکردگی کی وجہ سے مسلم لیگ (ن) کی پوزیشن پھر مقبولیت کے حوالے سے بہتر ہو گئی تھی۔ لیکن اس دوران عمران خان پوری طرح سیاسی انتخابی میدان میں اتر چکے تھے اور وہ نواز شریف کو چیلنج کر رہے تھے، لیکن عمران خان اسی دوران ایک حادثے میں میں شدید زخمی

ہو گئے اور انتخابی مہم نہ چلا سکے۔ اب مسلم لیگ (ن) کے لیے میدان خالی تھا۔ لہٰذا ان انتخابات میں نواز شریف اکثریت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن عمران خان نے دھاندلی کے خلاف بھرپور مہم چلائی اور دھرنا بھی دیا۔ لیکن وہ نواز شریف کی حکومت گرانے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ ہماری رائے میں ان انتخابات میں دھاندلی تو ہوئی ہوگی لیکن اتنی ہرگز نہیں تھی کہ اگر دھاندلی نہ ہوتی تو نواز شریف کی بجائے عمران خان جیت جاتے۔ پھر اسی دوران پانامہ لیکس سامنے آ گئیں۔ عمران خان نے پھر احتجاجی تحریک شروع کر دی۔ وہ حکومت تو نہ گرا سکے لیکن معاملہ اعلیٰ عدلیہ کے پاس چلا گیا۔ جس نے نواز شریف کو غیر ملک میں اقامہ ہونے کی بنیاد پر تاحیات نااہل کر دیا۔ اس میں کوئی شک نہیں ایک بار پھر اس فیصلے کی پشت پر نامعلوم قوتیں تھیں اور یہ فیصلہ کسی صورت عدل کے تقاضے پورے نہیں کرتا تھا۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ ایون فیلڈ کی منی ٹریل پیش نہ کرنا اتنا بڑا جرم تھا لیکن اُس کی بجائے ایک معمولی بات پر سزا سنا دی۔ نواز شریف نااہل ہو گئے لیکن قومی اسمبلی نے اپنی مدت پوری کی جو 2018ء میں ختم ہوئی۔

2018ء میں انتخابات ہوئے ان انتخابات میں اسٹیبلشمنٹ کا رخ نواز شریف کے خلاف اور عمران خان کے حق میں تھا۔ لہٰذا بہت سے Electables خاص طور پر جنوبی پنجاب سے تحریک انصاف کی طرف دھکیل دیے گئے۔ نواز شریف کو عدالت کے ذریعے نااہل کروا دیا گیا تھا جس سے تحریک انصاف کو بہت فائدہ پہنچا۔ پھر یہ کہ انتخابات کے نتائج سناتے ہوئے RTS گرا دیا گیا جس کے بارے میں مسلم لیگ (ن) اور اتحادیوں کا دعویٰ تھا کہ اس سے تحریک انصاف کو فائدہ پہنچایا گیا جبکہ تحریکِ انصاف کے مطابق ایسا اس لیے کیا گیا تھا تا کہ تحریکِ انصاف کو اکثریت حاصل کرنے کے لیے دوسری جماعتوں کا محتاج رکھا جائے اور اسٹیبلشمنٹ اپنا کنٹرول مضبوط رکھ سکے۔ واللہ اعلم!

2024ء کے اعلان شدہ انتخابات جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ مارشل لاء کی بات تو بالکل الگ ہے جمہوری ادوار میں بھی ہر الیکشن میں اسٹیبلشمنٹ اپنی پسند کے حوالے سے رول ادا کرتی چلی آ رہی تھی۔ اپنی پسندیدہ جماعت اور لیڈر کو اقتدار میں لانے کے لیے کچھ اقدامات کرتی جن کا ذکر پہلے کیا جا چکا ہے لیکن یہ اقدامات بڑے ڈھکے چھپے انداز میں کیے جاتے اور ظاہری طور پر انتخابی معاملات سے لاتعلق رہ کر پس پردہ اُٹھائے جاتے تھے۔ لیکن موجودہ انتخابات میں اسٹیبلشمنٹ کھل کر اور ایک فریق بن کر سامنے آئی اور وہ ایک جماعت یعنی تحریک انصاف اور خاص طور پر اُس کے لیڈر عمران کو طے شدہ منصوبے کے تحت اقتدار سے باہر رکھنے کے لیے کھلے عام اقدامات کر رہی ہے۔ ہم مختصر طور پر عرض کریں گے موجودہ انتخابات میں کھلے عام کس طرح کے اقدام کیے جا رہے ہیں جو پہلے کبھی نہیں ہوئے۔ سب سے بڑا جرم تو یہ سرزد ہوا کہ اپنے اس ہدف کو حاصل کرنے کے لیے دو مرتبہ کھلم کھلا آئین شکنی کا ارتکاب کیا گیا۔ جب پنجاب اور کے پی کے اسمبلی توڑی گئی تو انتہائی بھونڈے بہانے تراش کر 90 دن میں وہاں انتخابات نہ کروائے گئے۔ ان دو صوبوں میں 13 ماہ نگران حکومتیں قائم رہیں۔ پھر آٹھ (8) ماہ تمام ملک میں نگران حکومتیں مسلط رہیں جبکہ آئین کے مطابق 90 روز سے ایک دن زائد بھی یہ حکومتیں نہیں رہ سکتی تھیں۔ اس صورت میں نگران حکومتیں مکمل طور پر غیر آئینی اور غیر قانونی تھیں اور اصولی طور پر ان کے احکامات کی کوئی قانونی حیثیت نہیں۔ پھر یہ کہ PDM کی حکومت نے واشگاف طور پر اعلان کر دیا تھا کہ وہ دو صوبوں میں انتخابات کے حوالے سے سپریم کورٹ کا حکم نہیں مانے گی۔ یہ پاکستان میں تو پہلی مرتبہ ہوا شاید دنیا میں بھی پہلی بار کسی حکومت نے کیا ہو کہ وہ مقدمہ شروع ہوتے ہی یہ اعلان کر دے کہ وہ سپریم کورٹ کے فیصلے کو تسلیم نہیں کرے گی۔ پھر یہ کہ ان نگرانوں کے ذریعہ اس سیاسی جماعت اور کارکنوں پر ناقابل بیان مظالم ڈھائے گئے۔ اُنہیں جماعت چھوڑنے پر مجبور کیا گیا۔ گھر کے بزرگوں کو گھر کی خواتین کے سامنے ننگا کیا گیا۔ علاوہ ازیں کارکنوں کے گھروں میں داخل ہو کر ایسی شرمناک حرکات کا ارتکاب کیا گیا جنہیں نہ زبان بیان کر سکتی ہے اور نہ کوئی قلم تحریر کر سکتا ہے۔ اُنہیں زدوکوب کیا گیا۔ قیمتی سامان کی لوٹ مار کی گئی۔ اُن کے کاروباری اداروں میں داخل ہو کر وہاں بھی تباہی مچائی گئی۔ بدترین طریقے سے لوٹ مار کی گئی۔ گھروں کی چادر اور چار دیواری کے تقدس کو بُری طرح روندا گیا۔ پہلی بار کسی بڑی پارٹی کے سربراہ کو الیکشن کے وقت جیل میں رکھا گیا۔ (عبدالولی خان 1977ء کے الیکشن میں جیل میں تھے لیکن اُن کی جماعت کو سپریم کورٹ کالعدم قرار دے چکی تھی، اس لیے اُس کا قانونی وجود ختم ہو چکا تھا پھر یہ کہ نیشنل عوامی پارٹی مرکزی سطح پر نہیں بلکہ صرف صوبائی سطح کی بڑی جماعت تھی۔

گھریلو عورتوں کو اُٹھا لیا گیا جن میں سے بعض تقریباً ایک سال سے جیل کاٹ رہی ہیں پہلی بار کسی ایک جماعت کا میڈیا نے مکمل بائیکاٹ کیا۔ پارٹی سربراہ کا نام لینے کی میڈیا پر پابندی لگا دی۔ انتخابات میں حصہ لینا اُس جماعت کے لیے عذاب بنا دیا گیا۔ کاغذات نامزدگی چھین لیے جاتے۔ انتخابی امیدوار کے تجویز کنندہ اور تائید کنندہ کو اٹھا لیا جاتا۔ پاکستان کی عدالتیں مکمل آزاد تو کبھی بھی نہ تھیں لیکن اس جماعت کے حوالے سے عدلیہ سے جو سلوک ہوا ہے وہ تحریر کرتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے کہ کیا اس قوم میں اب زندگی کی کوئی رمق باقی نہیں رہی۔ اس جماعت کے ایک ایک کارکن کی دس دس بار ضمانت ہوتی ہے لیکن جیل کے باہر پولیس نیا مقدمہ بنا کر تیار کھڑی ہوتی۔ اور ہائی کورٹ کے ایک جج نے خود عدلیہ کے منہ پر زوردار طمانچہ مارا۔ وہ یوں کہ جج نے سیاسی کارکن کی ضمانت قبول کی اور کہا کہ میری طرف سے تو تم آزاد ہو لیکن پھر پولیس کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ تمہیں نہیں چھوڑیں گے۔ جب تک تم پریس کانفرنس نہیں کرتے (یعنی تحریک انصاف سے علیحدگی کا اعلان نہیں کرتے) ذلت کی انتہا یہ ہے کہ وکلاء نے یہ بات عدالت سے باہر آ کر میڈیا کو بتائی۔ سوشل میڈیا پر یہ خبر بھی سامنے آئی کہ ایک جج عدالت میں دھاڑیں مار کر رونے لگا۔ اور شاید اسی کا نتیجہ ہے کہ بھاری بھرکم تنخواہیں اور لاکھوں روپے کی مراعات پانے کے باوجود جج استعفیٰ دے رہے ہیں۔ یہ بھی پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ ایک جماعت کے سربراہ کے خلاف دو سو سے زائد مقدمات قائم کر دیئے گئے اور مقدمات کے فیصلے جو پہلے نسلیں گزر جانے کے بعد آتے تھے اس جماعت کے سربراہ کے خلاف شاید ایک ایک دن میں دو دو فیصلے آ رہے ہیں۔ فیصلوں کی قطار لگی ہوئی ہے۔

پہلی مرتبہ یہ ہوا کہ کسی لیڈر کی خانگی مسئلہ کو عدالت میں لایا گیا اور پہلی مرتبہ تاریخ میں اس حوالے سے میاں بیوی کو سزا سنائی گئی۔ ہم اخلاقی طور پر اس قدر دیوالیہ ہو چکے ہیں کہ خانگی اور گھریلو معاملات عدالت میں گھسیٹ کر نہ صرف سربراہ جماعت بلکہ اُس کی بیوی کو بھی سزا کا اعلان کرتے ہوئے شرم محسوس نہیں کرتے۔ پھر یہ کہ جیل کی کال کوٹھری میں ہی عدالت لگا کر عدل وانصاف کے تمام تقاضوں کو بدترین انداز میں پامال کیا گیا۔ ملزم کو ایسا وکیل فراہم کیا گیا جو اُسی مقدمہ میں پراسیکیوٹر تھا اور ملزم کا حق دفاع بھی غیر قانونی طور پر ختم کر دیا۔ حیرت کی بات ہے کہ چیف جسٹس صاحب جن کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ انسانی حقوق کے حوالے سے بڑے حساس ہیں، وہ بھی سب کچھ دیکھ رہے ہیں اور چپ سادھے بیٹھے ہیں۔

تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کو الیکشن کے موقع پر جلسے اور ریلیاں نکالنے کی اجازت تھی لیکن جب یہ معتوب اور مغضوب جماعت جلسہ کرتی یا ریلی نکالتی تو پولیس لاٹھیاں لے کر اُن پر ٹوٹ پڑتی اور سب سے بڑا ظلم اُس جماعت سے یہ کیا کہ اُن کا انتخابی نشان انتہائی احمقانہ اور بھونڈا عذر تراش کر اُن سے چھین لیا گیا۔ (سرکاری وکلاء کے سوا) پاکستان کے کسی بھی بڑے وکیل نے اسے درست قرار نہ دیا۔ پرنٹنگ پریس اُن کے پوسٹر نہیں چھاپ سکتے، چند ایک نے ہمت کی۔ لیکن پوسٹر نظر آتے ہی مخصوص حلقوں میں ہل چل مچ جاتی اور نہ صرف پوسٹر اُتار دیے جاتے بلکہ پرنٹ کرنے والے پریس کو بھی زیرِ عتاب لایا جاتا اور آئندہ کے لیے اُنہیں سختی سے ایسی گستاخی کرنے سے روک دیا جاتا۔ اُس کے باوجود معتوب جماعت کے پوسٹرز آٹے میں نمک کے برابر دکھائی دیتے ہیں۔ انتخابات میں حصہ لینے والی تمام جماعتیں پولنگ بوتھ کے قریب کیمپ لگاتی ہیں۔ لیکن اس کی بھی شروع میں مغضوب جماعت کو اجازت نہ تھی۔ لیکن عین وقت پر جرأت مند قسم کے امیدوار کچھ کیمپ لگانے میں کامیاب ہو گئے۔ انتخابات سے دو دن پہلے تک تحریک انصاف کے امیدواروں کی انتخابات سے دستبرداری کا زبردستی اعلان کروایا جاتا رہا۔ جب کسی جگہ اُنہیں جلسہ کی اجازت نہ ملی تو اُنہوں نے ورچول جلسہ کرنے کی کوشش کی تو انٹرنیٹ بند کر دیا گیا جس سے سارے ملک کا خواہ مخواہ نقصان ہوا۔

پولنگ شروع ہونے سے پہلے پی ٹی آئی کے حمایت یافتہ آزاد امیدواروں کی گرفتاری اور رہائی کا عمل جاری تھا۔ پولنگ کے آغاز سے پہلے انٹرنیٹ سروس اور موبائل سروس بند کر دی گئی تا کہ غیر پسندیدہ نتائج کی خبر آؤٹ ہونے سے روکی جا سکے۔ آخری وقت تک ROs کو تبدیل کیا جاتا رہا۔ پولنگ کے حوالے سے عوام کا جوش وخروش دیکھ کر پولنگ کی رفتار بہت آہستہ کر دی گئی تا کہ زیادہ سے زیادہ ووٹر ووٹ نہ ڈال سکیں اور مایوس ہو کر واپس چلے جائیں۔ الیکشن کمیشن نے واضح اعلان کیا کہ کسی آزاد امیدوار کو پی ٹی آئی کا حمایت یافتہ نہیں کہا جا سکتا لیکن میڈیا کے پاس کوئی اور ذریعہ نہیں تھا کہ عوام پر کسی کی شناخت کیسے ظاہر کی جائے لہٰذا اس حکم کی خلاف ورزی کرنا میڈیا کی مجبوری تھی کہتے ہیں نقل کے لیے عقل چاہیے لیکن بددیانتی کے لیے مزید عقل کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہٰذا اس طرح کے لطیفے بھی ہوئے کہ امیدوار کو فارم 45 دیا گیا جس پر امیدوار کا نام ہی نہیں۔ فارم 45 ایک طرح کا سرکاری اعلان ہوتا ہے لیکن بہت سے امیدوار تھے جنہیں فارم 45 کے مطابق کامیاب قرار دیا گیا لیکن میڈیا سے مخالف امیدوار کے جیتنے کا اعلان کرا دیا گیا۔ دور دراز اور افغان بارڈر کے قریب سے نتائج کا اعلان ہو رہا تھا لیکن لاہور جیسے بڑے مرکزی شہر کے نتائج نہیں آ رہے تھے۔

گویا حقیقت میں انتخابات کے نام پر ایک ڈراما رچایا گیا اور اس غریب اور مقروض قوم کا سنتالیس (47) ارب روپیہ خاک میں ملا دیا گیا۔ کراچی میں ووٹوں کی لوٹ سیل لگا کر ایم کیو ایم کو پھر کھڑا کر دیا گیا۔ اللہ پاکستان پر رحم فرمائے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ 8 فروری 2024ء کو ہوا اُسے کچھ بھی کہا جا سکتا ہے الیکشن نہیں کہا جا سکتا۔ ہماری تجویز ہے کہ ایک ریفرنڈم کروایا جائے کہ ”کیا 8 فروری 2024ء کا عمل الیکشن تھا“ اگر 25،20 فیصد لوگ بھی اس کا جواب ہاں میں دے دیں تو یہ شمار کر لیا جائے کہ صد فی صد عوام نے اسے الیکشن قرار دے دیا ہے۔ اور اگر 25،20 فیصد لوگ بھی اسے الیکشن تسلیم کرنے سے انکار کر دیں تو پھر پاکستان کے اندرونی اور بیرونی کنٹرولرز کو سوچنا چاہیے کہ اس کے نتائج کیا نکلیں گے۔ جہاں تک بیرونی کنٹرولرز کا تعلق ہے وہ تو یہ چاہیں گے کہ پاکستان میں فساد ہو، انارکی پھیلے اصلاً لمحۂ فکریہ اندرونی کنٹرولرز کے لیے ہے کہ وہ ایک ایسی مصنوعی حکومت بنا کر جو عوام کی اکثریت کی تائید سے محروم ہو ملک کیسے چلائیں گے۔ ہمیں یہ نظر آ رہا ہے کہ یہ حکومت چند ماہ یا زیادہ سے زیادہ ایک سال کے لیے بنائی گئی ہے۔ پاکستان میں انتخابات درحقیقت امریکہ کی موجودہ برسرِاقتدار پارٹی (ڈیموکریٹ) کی ضرورت بھی تھی وگرنہ امریکہ میں جو صدر کی انتخابی مہم شروع ہونے والی ہے اُس میں اُن پر اپوزیشن (ریپلکن پارٹی) کی طرف سے یہ الزام لگتا کہ پاکستان کی غیر قانونی اور غیر نمائندہ حکومت کی out of the way مدد کر رہے ہیں۔ 5 نومبر 2024ء کو امریکہ کے صدارتی انتخابات ہوں گے اور 20 جنوری 2025ء کو امریکہ میں اقتدار منتقل ہونا ہے۔ اس کمزور، لاغر لیکن ظاہراً جمہوری حکومت کو اُس وقت تک چلایا جائے گا۔ اُس کے بعد کیا ہوگا۔ نظر یوں آ رہا ہے کہ پاکستان کا نظام ایک سفر شروع کرے گا اور مصر تک پہنچے گا۔ خدانخواستہ مصری فارمولا امریکہ کے لیے بہت کامیاب رہا ہے۔ زندگی رہی اور قلم ہاتھ میں رہا تو اس منصوبے کو بھی آئندہ بے نقاب کریں گے۔ ان شاء اللہ! پاکستان کا اللہ حافظ ہو۔

❁❁❁

ضرورت رشتہ

☆ لاہور میں رہائش پذیر آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 30 سال، تعلیم بی ایس سی نرسنگ کے لیے دینی مزاج کے حامل، تعلیم یافتہ، برسرِروزگار لڑکے کا لاہور سے رشتہ درکار ہے۔

برائے رابطہ: 0306-8437922 , 0310-7216188

اشتہار دینے والے حضرات نوٹ کر لیں کہ ادارہ ہٰذا صرف اطلاعاتی رول ادا کرے گا اور رشتہ کے حوالے سے کسی قسم کی ذمہ داری قبول نہیں کرے گا۔

اہل جنت کے اوصاف

(سورۃ قٓ کے تیسرے رکوع کی روشنی میں)

جامع مسجد قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی شجاع الدین شیخ ﷾ کے 19 جنوری 2024ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

خطبہ مسنونہ اور تلاوت آیات کے بعد

دو جمعہ قبل سورہ قٓ کے دوسرے رکوع کی چند آیات کا ہم نے مطالعہ کیا تھا جس میں اہل جہنم کے خصائل کے بارے میں بتایا گیا تھا۔ یہ قرآن حکیم کا اسلوب ہے کہ جب وہ جہنم کا ذکر کرتا ہے تو ساتھ ساتھ جنت کا ذکر بھی کرتا ہے۔ اگر وہ جہنم والوں کے اوصاف کو بیان کرتا ہے تو ساتھ اہل جنت کے اوصاف بھی بیان کرتا ہے۔ اس تذکیر کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ بندہ ان حرکتوں سے باز آجائے جو جہنم میں لے جانے والی ہیں اور ان اوصاف کو اپنائے جو جنتیوں کے اوصاف ہیں۔ چنانچہ اسی سورت کے تیسرے رکوع میں اب اہل جنت کے اوصاف کا بیان ہے۔ فرمایا:

﴿يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَتَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ ﴿٣٠﴾﴾ ''جس دن ہم پوچھیں گے جہنم سے کہ کیا تو بھر گئی؟ اور وہ کہے گی کیا کچھ اور بھی ہے؟''

اسی قرآن میں اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ تمہاری کھالیں بھی کل تمہارے خلاف گواہی دیں گی۔ انسانی جسم مٹی سے بنا ہے۔ یہ بھی اللہ کے حکم سے بولے گا۔ اللہ چاہے تو ہر چیز بول اور سن سکتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ جب جہنم سے پوچھے گا تو وہ بھی بولے گی۔ اس کی ترجمانی دو اعتبارات سے کی گئی ہے۔ ایک تعبیر یہ کی گئی ہے کہ جہنم میں مجرموں کو سزا دینے کے اعتبار سے وسعتوں کی کمی کا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ دوسری تعبیر یہ کی گئی ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ جہنم بھر جائے گی۔ البتہ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے جہنم میں ظالموں کو سزا دینے کے اعتبار سے جگہ کی کوئی کمی نہیں ہوگی۔ اس لیے جہنم کہے گی کہ اے اللہ! اگر کوئی کافر، مشرک، منافق رہ گیا ہے تو اس کو ڈال دیا جائے اور دوسرا یہ کہ ایسے مجرموں کے لیے بچنے کا کوئی امکان بھی نہیں ہے۔

((اَللّٰھُمَّ اَجِرْنَا مِنَ النَّارِ)) اے اللہ ہم سب کو آگ کے عذاب سے محفوظ فرما۔ آگے فرمایا:

﴿وَاُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ لِلْمُتَّقِيْنَ غَيْرَ بَعِيْدٍ ﴿٣١﴾﴾ ''اور جنت قریب لائی جائے گی اہل تقویٰ کے لیے' کچھ بھی دُور نہیں ہوگی۔''

یہ قرآن پاک کا مستقل موضوع ہے۔ اللہ کے نبی ﷺ کے عمومی خطبات میں بھی، خطاب جمعہ میں بھی اور نکاح کے خطبہ میں تقویٰ کا خاص طور پر بیان آتا ہے۔ قرآن کریم میں سورۃ البقرہ کے چار مستقل رکوع (28 تا 31) ہیں جن میں گھریلو زندگی کے متعلق رہنمائی موجود ہے، ان میں بھی بار بار تقویٰ کا تذکرہ ہے۔ قرآن

مرتب: ابو ابراہیم

کریم تمام انسانوں کے لیے ہدایت ہے لیکن ملے گی ان کو جن میں تھوڑا بہت تقویٰ ہوگا۔ از روئے الفاظ قرآنی:

﴿هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٢﴾﴾ (البقرہ) انسان کے دنیا میں رشتے ناطے تو بہت ہوتے ہیں لیکن سورۃ الزخرف کی آیت 67 میں بتایا گیا کہ انسان کا وہ رشتہ اللہ کے ہاں مقبول ہوگا جو تقویٰ کی بنیاد پر قائم ہوگا۔ محض دوستیاں کام آنے والی نہیں بلکہ متقین کی دوستی کام آئے گی۔ تقویٰ کا مفہوم ہے اللہ سے ڈرنا، گناہوں سے بچنا۔ ظاہر ہے جو بندہ اللہ سے ڈرنے والا ہوگا تو وہ فرائض و واجبات بھی ادا کرے گا۔ مگر اللہ کا عذاب اکثر گناہوں پر بھڑکتا ہے۔ پچھلی قوموں کے واقعات ہمارے سامنے سامنے ہیں۔ قوم عاد ہو، ثمود ہو، قوم نوحؑ ہو یا دیگر تمام اقوام جن پر اللہ کے عذاب آئے تو وہ گناہوں کی وجہ سے ہی آئے۔ ہمارے ہاں ایک مزاج بن گیا ہے کہ خیرات کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ نوافل، مستحبات، تسبیح اور اذکار کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اعمال کے فضائل بھی بہت بیان ہوتے ہیں، سب سرآنکھوں پر مگر گناہوں سے بچنے کی طرف توجہ کا معاملہ کم ہے۔ حرام نہیں چھوڑ رہے، جھوٹ نہیں چھوڑ رہے، وعدہ خلافی نہیں چھوڑ رہے، بے پردگی، بے حیائی، سود، منکرات کی بھرمار ہے۔ حالانکہ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم اللہ کی حرام کردہ باتوں سے بچو تو تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے۔''

ایک اور معروف حدیث ہے کہ جو اللہ کی حرام کردہ باتوں سے اپنے آپ کو بچاتا ہو، اس کا اللہ کے ہاں وہی مقام ہے جو روزانہ رات کو نوافل پڑھنے اور دن کو روزہ رکھنے والے شخص کا ہے۔ تقویٰ کی اس قدر فضیلت ہے۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے اپنے سینہ مبارک کی جانب اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ تقویٰ یہاں ہے۔ صرف ظاہری حلیہ جس قدر چاہے مسلمانوں والا ہو لیکن دل میں تقویٰ نہیں ہے تو کچھ نہیں ہے۔ ہر کام کرنے سے پہلے بندہ دل میں سوچے کہ اللہ ناراض تو نہیں ہو جائے گا۔ اس کیفیت کے ساتھ زندگی گزارنا تاکہ جب موت آئے تو اسی فرمانبرداری کی حالت میں آئے۔

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ ''اے اہل ایمان! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جتنا کہ اُس کے تقویٰ کا حق ہے۔''

آگے اور اس کی further elaboration کیا ہے کہ: ﴿وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿١٠٢﴾﴾

(آل عمران) ''اور تمہیں ہرگز موت نہ آنے پائے مگر فرمانبرداری کی حالت میں۔''

اللہ کی جنت اتنی سستی نہیں ہے جتنی ہم نے سمجھ رکھی ہے۔ جنت مشقتوں سے گھری ہوئی ہے۔ گناہوں سے بچنا اور اللہ کی اطاعت پر کاربند رہنا مستقل محنت والا کام ہے۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو بندہ اللہ کی فرمانبرداری اختیار کرے اور پھر گناہوں سے خود کو بچائے رکھے، اللہ تعالیٰ دنیا کو ذلیل کر کے اس کے قدموں میں ڈال دے گا۔ یہ دنیا تو بہت معمولی چیز ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو بندہ تقویٰ اختیار کرے، روزِ قیامت جب کھڑا ہو گا تو اسے جنت کی طرف بھاگنا نہیں پڑے گا بلکہ جنت خود اللہ کے حکم سے اس کے پاس آئے گی۔

ایک اور حدیث میں ہے ادھر بندہ حساب کے لیے کھڑا ہوگا ادھر سیدھا جنت میں پہنچا دیا جائے گا۔ آگے فرمایا:

﴿هٰذَا مَا تُوْعَدُوْنَ لِكُلِّ اَوَّابٍ حَفِيْظٍ ﴿٣٢﴾﴾

''(ان سے کہا جائے گا:) یہ ہے جس کا وعدہ تم لوگوں سے کیا جاتا تھا ہر اُس شخص کے لیے جو (اللہ کی طرف) رجوع کرنے والا اور حفاظت کرنے والا ہو۔''

بڑی گہری اور جامع صفات ہیں۔ اواب کا سادہ ترجمہ ہے: خوب رجوع کرنے والا۔ کیا مطلب؟ اللہ کی نافرمانی، گناہ کے سارے کاموں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف متوجہ ہونے والا۔ صرف انبیاء کرام علیہم السلام معصوم عن الخطا ہیں باقی تمام انسانوں سے غلطیاں ہوتی ہیں لیکن غلطی پر اڑنا شیطانی عمل ہے جبکہ غلطی کر کے اس کو مان لینا اور اللہ سے معافی مانگنا، اللہ کے سامنے جھک جانا آدمیت ہے۔ اگر گناہ ہو جائے تو فوراً رجوع کرلے، فوراً پلٹ آئے تو یہ بھی اواب ہے۔

دوسری صفت میں لفظ حفیظ آیا۔ یعنی حفاظت کرنے والا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک بڑی پیاری حدیث اربعین نووی میں نقل ہوئی ہے۔ حضور ﷺ نے انہیں پوری طرح اپنی طرف متوجہ کیا: اے لڑکے! جب وہ متوجہ ہوئے تو فرمایا: ''تو اللہ کی حفاظت کر اللہ تیری حفاظت فرمائے گا۔ تو اللہ کے حقوق کی حفاظت کر اللہ کو اپنے سامنے پاؤ گے اور جب مانگو تو اللہ سے ہی مانگو۔ جب مدد طلب کرو تو اللہ سے ہی مدد طلب کرو۔ اور جان لو کہ ساری مخلوق مل کر تمہیں کوئی نفع پہنچانا چاہے نہیں پہنچا سکتی سوائے وہ جو اللہ نے طے کر دیا اور ساری مخلوق مل کر تمہیں کوئی نقصان پہنچانا چاہے نہیں پہنچا سکتی سوائے اس کے جو اللہ نے طے کر دیا۔ قلم اٹھا لیے گئے، صحیفے خشک کر دیے گئے۔''

اللہ تعالیٰ یہ یقین مجھے اور آپ کو عطا فرمائے۔

ہمارے استاد ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ انسان نرا حیوان نہیں ہے۔ اللہ نے اپنی روح میں سے اس میں پھونکا ہے۔ اس روح کی بنیاد پر انسان کا شرف ہے، اس روح کے پھونکے جانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو آدم علیہ السلام کے سامنے جھکایا ہے۔ اس روح کی حفاظت کرنا، اس کی آبیاری کرنا انسان پر لازم ہے۔ مگر آج انسان کو مغرب نے حیوان بنا ڈالا۔ نہ لباس کا تکلف، نہ محرم نامحرم کی تمیز، نہ نکاح، نہ گھر، نہ خاندان۔ بالکل جانور بنانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ یہ سب روح کی حفاظت نہ کرنے کا نتیجہ ہے۔ پھر اللہ نے جو نعمتیں عطا فرمائی ہیں ان کی حفاظت کرنی ہے، حلال طریقے پر حاصل کرو، حلال طریقے پر ان کا استعمال کرو۔ انسانی جسم اور اعضاء بھی نعمت ہیں حرام کاموں میں استعمال نہ ہوں۔ اولاد بھی اللہ کی امانت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔''

اولاد کی پرورش حلال کمائی سے ہو، ان کی دینی تربیت کا اہتمام ہو، انہیں اللہ کا بندہ بنانے کی پوری کوشش کی جائے۔ اسی طرح اللہ کے رسول ﷺ نے جو حدود معین فرما دیں ان کی حفاظت کرنا مسلمان پر لازم ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ﴾ ''اے اہل ایمان! مت آگے بڑھو اللہ اور اُس کے رسول (ﷺ) سے''

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنا دین ہمارے حوالے کیا، اس کی حفاظت کرنا، اس کو قائم کرنے کی جدوجہد کرنا مسلمان پر لازم ہے۔ اللہ کی کتاب ہمارے پاس موجود ہے، اس کو پڑھنا، سمجھنا اور پر اس پر عمل کرنا ہر مسلمان پر لازم ہے۔ اللہ کی جنت سستی نہیں ہے۔ آگے فرمایا:

﴿مَنْ خَشِيَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ﴾ (ق:33) ''جو ڈرتا رہا رحمٰن سے غیب میں ہونے کے باوجود۔''

مفسرین نے بیان کیا ہے کہ ایک خوف ہوتا ہے اور ایک خشیت ہوتی ہے۔ خوف یہ ہے کہ میرے سامنے کوئی طاقتور ہستی ہے، اس کے مقابلے میں میری کوئی حیثیت نہیں ہے تو خوف ہے۔ خشیت یہ ہے کہ کسی کی بزرگی کی وجہ سے اس کی ناراضی کا خوف دل میں رہتا ہے۔ اللہ کی بڑائی، اللہ کی کبریائی، اللہ کی بزرگی کا ادراک رکھنا اور اس کی ناراضی کا خوف رکھنا اور غیب میں رہتے ہوئے اس سے ڈرنا خشیت ہے۔ پردہ غیب ہٹ گیا پھر تو فرعون بھی ایمان لے آیا تھا۔ سامنے جا کر تو بڑے سے بڑا کافر بھی کہے گا، اے اللہ! ایک موقع اور دے دے ایسا نیک بنوں گا کہ کوئی تصور بھی نہیں کر سکتا۔ مگر اس دنیا میں اللہ نے ایک بار ہی بھیجا ہے، دوبارہ آنے کا کوئی چانس نہیں۔ یہ زندگی اللہ نے ایک مرتبہ دی ہے، سوچ سمجھ کے گزارنی ہے۔ غیب میں رہتے ہوئے ماننے کا فائدہ ہے۔ اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا: فرشتے قرآن پڑھنے والوں کی محفل میں آتے ہیں اور جا کر اللہ کو رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے: میرے بندوں کو کس حال میں پایا۔ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ! تیرا ذکر کر رہے تھے۔ اللہ پوچھتا ہے اور کیا دعا مانگ رہے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ! تیری جنت کا سوال کر رہے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کیا جنت کو انہوں نے دیکھا، فرشتے کہتے ہیں، نہیں دیکھا۔ اللہ فرماتا ہے اگر دیکھ لیں تو اور زیادہ شدت کے ساتھ جنت مانگیں۔ پھر اللہ پوچھتا ہے: اور کس چیز سے بچنے کی دعائیں کر رہے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں: یا اللہ جہنم سے بچنے کے لیے دعائیں مانگ رہے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کیا انہوں نے جہنم کو دیکھا۔ فرشتے کہتے ہیں یا اللہ نہیں دیکھا۔ اللہ فرماتا ہے اگر دیکھ لیں تو اور زیادہ اس سے بچنے کی دعائیں مانگیں گے۔ اللہ فرماتا ہے میں نے ان کے لیے جنت کا اعلان کر دیا اور جہنم سے آزاد کر دیا۔

جنت غیب میں رہ کر ماننے والوں کے لیے ہے۔ یہیں سے مومن کا world view بہت بڑا ہو جاتا ہے کہ یہ دنیا عارضی ہے، یہ جو کچھ اس دنیا میں دکھائی دے رہا ہے سب ختم ہونے والا ہے۔ اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ لہٰذا مومن دنیا کے چھوٹے چھوٹے معاملات میں پھنس کر اپنے آپ کو برباد نہیں کرے گا۔ مفسرین نے ایک اور بڑی پیاری بات لکھی ہے کہ اللہ کی صفت الرحمان بھی ہے۔ مسلم کی روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمت کا ایک حصہ مخلوق کو دیا اور ننانوے حصے اپنے پاس رکھے اور مخلوق میں انسان، جنات، جانور، حشرات، پرندے سب شامل ہیں۔ جانور بھی اپنے بچے سے محبت کرتا ہے، ایک بلی بھی اپنے بچوں کی حفاظت کرتی ہے۔ یہ اللہ کی رحمت کے سو میں سے ایک حصے کا ظہور ہے، اندازہ کیجیے کہ ننانوے حصے جو اپنے پاس رکھے اس رحمت کا عالم کیا ہوگا۔

لیکن مومن اس کی بنیاد پر بےخوف نہیں ہو جاتا کہ اس کی رحمت کے آسرے پر گناہ کیے چلا جائے، حرام خوری میں لگا رہے، نافرمانیوں میں لگا رہے۔ وہ رحمان ہے کوئی شک نہیں، وہ رحیم ہے کوئی شک نہیں، وہ غفار ہے کوئی شک نہیں مگر مومن کی شان یہ ہے کہ پھر بھی گناہوں سے بچتا رہتا ہے، پھر بھی اللہ کی ناراضی سے ڈرتا رہتا ہے۔ پھر بھی اللہ کی خشیت اپنے دل میں رکھتا ہے۔ آگے فرمایا:

﴿وَجَآءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ ۝﴾ (قٓ) ''اور لے کر آیا رجوع کرنے والا دل۔''

منیب انابت سے ہے۔ انابت میں بھی رجوع کا تصور ہے۔ وہ دل جس میں رب کی طرف رجوع ہو، مخلص بندہ ہو، دل میں اخلاص ہو اور اندر کی کیفیات میں اپنے رب سے محبت بھی ہو۔ ارشاد ہوتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ﴾ (البقرۃ:165)

''اور ایمان والے سب سے زیادہ اللہ سے محبت کرتے ہیں''

اللہ اپنی محبت کی مجھے اور آپ کو توفیق عطا فرمائے ورنہ بندہ چھوٹی چھوٹی چیزوں کے بت بنا کر ان کی سیوا میں اور محبت میں ڈوب جاتا ہے استغفر اللہ۔ صفت منیب میں یہ بات بھی آتی ہے کہ:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝﴾ (الانعام:162) ''آپ کہیے میری نماز' میری قربانی' میری زندگی اور میری موت اللہ ہی کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔''

بندہ جو کچھ بھی کرے اس کا مقصود رب کی رضا ہو تا کہ کل روز قیامت اللہ تعالیٰ کہہ دے:

﴿يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ ۝﴾ (الفجر) ''اے نفس مطمئنہ! اب لوٹ جاؤ اپنے رب کی طرف اس حال میں کہ تم اس سے راضی' وہ تم سے راضی۔ تو داخل ہو جاؤ میرے (نیک) بندوں میں۔ اور داخل ہو جاؤ میری جنت میں!''

دنیا میں دیگر رشتوں سے محبت بھی فطرتی ہے مگر سب سے بڑھ کر محبت اللہ سے ہو، اللہ مقصود اول رہے۔ یہ ہے وہ اخلاص جو دلوں کے اندر ہو۔ پھر بدلتے حالات میں مصائب بھی آئیں گے، پریشانیاں بھی آئیں گی، تکالیف بھی آئیں گی۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَمَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ۭ﴾ (التغابن:11) ''نہیں آتی کوئی مصیبت مگر اللہ کے اذن سے۔ اور جو کوئی اللہ پر ایمان رکھتا ہے' وہ اُس کے دل کو ہدایت دے دیتا ہے۔''

بندہ رب کی رضا پہ راضی رہے۔

رضائے حق پہ راضی رہ یہ حرف آرزو کیسا
خدا خالق، خدا مالک، خدا کا حکم تو کیسا

مولانا محمد علی جوہرؒ جب قید میں تھے تو ان کی بیٹی ٹی بی کے مرض میں مبتلا ہو کر فوت ہو گئی۔ انہوں نے اپنے خط میں یہ الفاظ لکھے تھے۔ بندہ خدا کی رضا پر اس قدر راضی رہے کہ اپنی زندگی کی ساری محنت اور مشقت کا محور و مرکز اللہ کی ذات ہونی چاہیے۔

میری زندگی کا مقصد تیرے دین کی سرفرازی
میں اسی لیے مسلماں میں اسی لیے نمازی

یہ صفات اور کیفیات جس بندے میں ہوں گی تو اللہ کی مدد اور نصرت اسے ملے گی اور ثابت قدم رہنے پر اللہ جنت بھی نصیب فرمائے گا۔ آگے فرمایا:

﴿اُدْخُلُوْهَا بِسَلٰمٍ ۭ﴾ (ق:34) ''(ان سے کہا جائے گا:) داخل ہو جاؤ اس (جنت) میں سلامتی کے ساتھ۔''

جنت کا ایک نام دار السلام بھی ہے جس کے معنی ہیں سلامتی والا گھر۔ دنیا میں رنج بھی ہے، غم بھی ہے، نشیب بھی ہے، زوال بھی ہے، بیماری بھی ہے، تکلیف بھی ہے، پریشانی بھی ہے۔ اس لیے کہ دنیا کی زندگی امتحان ہے۔ جو اس امتحان میں پاس ہو گیا اس کے لیے آخرت میں سلامتی ہی سلامتی ہوگی اور وہ ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے۔

یہاں دنیا میں بحران آ جاتے ہیں، قحط سالی، سیلاب اور دیگر مصائب، کبھی غریب آدمی دو وقت کی روٹی کا بھی محتاج ہو جاتا ہے لیکن وہاں کبھی نعمتیں ختم ہوں گی اور نہ ہی کوئی مصیبت آئے گی۔ وہاں فرشتے سلام کہیں گے:

﴿اِلَّا قِيْلًا سَلٰمًا سَلٰمًا ۝﴾ (الواقعہ) ''مگر (ان کے لیے ہر طرف سے) سلام سلام ہی کی آوازیں ہوں گی۔''

سب سے بڑھ کر یہ کہ خود اللہ سلام کہے گا:

﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ ۝﴾ ''سلام کہا جائے گا ربِّ رحیم کی طرف سے۔''

جہاں رب بندوں کو سلام کہے گا وہاں کی سلامتی کا کیا عالم ہوگا۔ البتہ یاد رہے کہ اپنے عمل کی بنیاد پر کوئی جنت میں نہیں جائے گا۔ صرف اللہ کی رحمت کے طفیل ہی یہ ممکن ہے۔ آگے فرمایا: ﴿ذٰلِكَ يَوْمُ الْخُلُوْدِ ۝﴾ (قٓ) ''اب یہ ہمیشہ رہنے کا دن ہے۔''

یہ دنیا کی زندگی فانی، عارضی اور چند روزہ ہے۔ یہاں ہر کسی کو موت آنی ہے۔ ہر چیز نے فنا ہو جانا ہے لیکن وہاں زندگی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہوگی۔ اللہ ہم سب کو عطا فرمائے۔ آخری آیت میں فرمایا:

﴿لَهُمْ مَّا يَشَاۗءُوْنَ فِيْهَا﴾ (ق:35) ''ان کے لیے اس میں وہ سب کچھ ہوگا جو وہ چاہیں گے''

ہم چاہتے ہیں سارا کچھ اس دنیا میں ہمیں مل جائے۔ اول تو ملے گا نہیں اور جتنا تھوڑا ابھی مل بھی گیا تو وہ عارضی ہے، دو فٹ زمین کے نیچے جاتے ہی سب چھوڑ جائیں گے۔ جبکہ جنت میں انسان جو کچھ چاہے گا اس کو ملے گا۔ ہر انسان کو اس کے ذوق اور شوق کے مطابق سب کچھ ملے گا جو وہ چاہے گا۔ ادھر انسان کے من میں خواہش پیدا ہوگی ادھر وہ پوری ہو جائے گی۔ آخر میں فرمایا:

﴿وَلَدَيْنَا مَزِيْدٌ ۝﴾ ''اور ہمارے پاس مزید بھی بہت کچھ ہے۔''

ایک حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے جنت میں وہ کچھ تیار کر رکھا ہے جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کسی کان نے سنا، نہ کسی دل میں خیال آیا۔ جنت کی نعمتوں کا ہم اس دنیا میں رہ کر تصور بھی نہیں کر سکتے۔ مسلم شریف کی روایت کے مطابق آخری بندہ جس کو جہنم سے نکال کر جنت میں داخل کیا جائے گا اس کی جنت اس دنیا سے دس گنا بڑی ہوگی۔ یہ سب سے آخر میں جنت میں جانے والے کی شان ہوگی تو ذرا سوچئے کہ اول اول جانے والوں کی جنت کتنی وسیع ہوگی، صحابہ کی جنت کا عالم کیا ہوگا؟ انبیاء کی جنتوں کا عالم کیا ہوگا؟ محمد مصطفیٰ ﷺ کی شان کیا ہوگی؟ سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا: اے میرے صحابہ! یہ چودھویں کا چاند دیکھتے ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کوئی شک نہیں، کوئی شبہ نہیں ہم اسے دیکھ سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بالکل ایسے ہی تم جنت میں اپنے رب کو دیکھو گے۔

یہ اللہ کی جنت اور رحمت کی شان ہے لیکن یہ جنت انہیں ہی ملے گی جن کے اندر وہ صفات ہوں گی جن کا بیان یہاں آیا۔ آج ہمیں دنیا کا غم کھائے جا رہا ہے، دنیا کی حرص میں ہلکان ہوئے جا رہے ہیں، کیا ہمیں اس دائمی جنت کی فکر بھی ہے؟ جو اُدھر کی فکر کو اختیار کر لے یہ دنیا کی فکریں اس کو پاگل نہیں کریں گی ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو اس کا یقین عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین!

❀❀❀

سلیکٹڈ حکومت کی عالمی سطح پر بھی کوئی ساکھ نہیں ہوتی اور وہ آزادانہ پالیسیز نہیں اپنا سکتی بلکہ جن کے اشاروں پر وہ بنتی ہے انہی کے مفادات کو پورا کرتی ہے: اعجاز لطیف

اگر ہم دیکھیں تو تاریخ انسانی میں آج تک کوئی بھی انقلاب انتخابات کے ذریعے نہیں آیا: ڈاکٹر عطاء الرحمان عارف

پورا نظام ہی کرپٹ ہے۔ جب تک پورا نظام نہیں بدلے گا چہرے بدلنے سے کچھ نہیں ہوگا: خورشید انجم

الیکشن 2024ء: حقائق و تجاویز کے موضوع پر

حالات حاضرہ کے منفرد پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہار خیال

میزبان: آصف حمید

سوال: 8 فروری کو کیا واقعی الیکشن ہو رہے ہیں؟ اگر الیکشن ہو جاتے ہیں تو آنے والی حکومت کی ساکھ کیا ہوگی؟

اعجاز لطیف: آپ کا سوال بڑا اہم ہے۔ لوگوں نے اس الیکشن کے لیے بہت انتظار کیا ہے اور بالآخر خدا خدا کر کے اس کی نوبت آ رہی ہے لیکن خدشات بھی ذہنوں میں ہیں کہ پتہ نہیں یہ ہو بھی پائیں گے کہ نہیں۔ کچھ سوالات بھی ذہنوں میں ہیں۔ ایک تو یہ ہماری تاریخ ہے ہمیشہ کچھ طاقتیں پس پردہ انتخابات کو متاثر کرتی رہی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ سب سے منصفانہ انتخابات یحییٰ خان کے دور میں ہوئے تھے لیکن اس کے نتیجے میں جو کچھ ہوا وہ بھی ہمارے سامنے ہے۔ بہر حال اس وقت ایسا لگ رہا ہے کہ کچھ لوگوں کو ایک پلان کے تحت لایا جا رہا ہے۔ مقتدر حلقوں کی ہمیشہ سے اس قسم کی ترجیحات رہی ہیں تاہم جو بھی موقع میسر آ رہا ہے اس میں اگر لوگوں کی رائے کے مطابق نمائندہ حکومت آ جاتی ہے تو اس کی ساکھ ہوگی۔ ہمارے ہاں یہ بھی ہوا ہے کہ آخری لمحات میں الیکشن کے نتائج بدلنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس قسم کے طرز عمل سے ملکی سطح پر بھی اور بین الاقوامی سطح پر بھی ملک اور حکومت کی ساکھ متاثر ہوتی ہے۔

سوال: کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں کبھی بھی آزادانہ انتخابات نہیں ہوئے۔ گزشتہ عام انتخابات کے نتیجہ میں جو بھی حکومت آئی تھی اس پر بھی سلیکٹڈ ہونے کا الزام تھا۔ اگر یہی صورتحال جاری رہتی ہے تو عوام کا اعتماد الیکشن پر سے اُٹھ نہیں جائے گا؟

اعجاز لطیف: نہ صرف عوام میں بلکہ عالمی سطح پر بھی ایسی حکومتوں کی کوئی ساکھ نہیں ہوتی اور وہ آزادانہ پالیسیز نہیں اپنا سکتیں بلکہ وہ جن کے اشاروں پر آتی ہیں، انہی کے مفادات کو پورا کر رہی ہوتی ہیں۔ یہ چیز ملکی مفاد میں ہرگز نہیں ہے۔ بجائے اس کے اگر عوام کو موقع دیا جائے انتخاب کا تو اس کے زیادہ بہتر نتائج آ سکتے ہیں کیونکہ اب عوام میں بھی کافی حد تک شعور پیدا ہو چکا ہے۔

مرتب: محمد رفیق چودھری

سوال: بعض لوگوں کے نزدیک تنظیم اسلامی محض ایک تبلیغی یا دینی اصلاحی جماعت ہے، جس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ تنظیم اسلامی کا اس حوالے سے کیا موقف ہے؟

خورشید انجم: ایک غلط فہمی ہمارے معاشرے میں عام پائی جاتی ہے کہ اگر کسی جماعت نے الیکشن میں حصہ نہیں لیا تو کہتے ہیں کہ اس کا سیاست سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ غلط فہمی صرف عوام الناس یا ان لوگوں میں ہی نہیں جو تنظیم کو ذرا اوپر اوپر سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اچھے خاصے اہل علم لوگ بھی اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ حالانکہ اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”بنی اسرائیل کی سیاست ان کے انبیاء کرتے تھے۔“

سیاست صرف انتخابات میں حصہ لینے کا نام نہیں ہے بلکہ سیاست دو طرح کی ہے۔ ایک نظری سیاست ہے اور ایک عملی سیاست ہے۔ نظری سیاست یہ ہے کہ آپ باقاعدہ طور پر الیکشن میں حصہ نہیں لیتے لیکن سیاست پر تبصرہ کرتے ہیں، رائے دیتے ہیں، مشورہ دیتے ہیں، جیسا کہ صحافی حضرات ہیں۔ ہمارے ہاں مولانا ظفر علی خانؒ، ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد علی جوہر سمیت بڑے بڑے نامور صحافی گزرے ہیں۔ وہ سیاست کے حوالے سے عوام کی پوری ایک ذہن سازی کرتے تھے۔ آج میڈیا پر کھل کر نظری سیاست ہوتی ہے، ٹی وی چینلز، ٹاک شوز میں یہی تو ہو رہا ہے۔ بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ فرماتے تھے کہ کوئی باشعور شخص غیر سیاسی نہیں ہو سکتا یا سیاست سے لاتعلق نہیں رہ سکتا۔ یہاں تک کہ احادیث میں اس چیز کی نفی کر دی گئی ہے کہ کوئی مسلمان اپنے مسلمان معاشرے کے معاملات سے غیر متعلق رہے۔

سوال: کیا تنظیم اسلامی نظری سیاست کرتی ہیں؟

خورشید انجم: تنظیم اسلامی نظری سیاست بھی کر رہی ہے، سیاست کے حوالے سے شعور اور آگاہی بھی دے رہی ہے، سیاسی صورتحال پر تبصرے بھی ہوتے ہیں۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کے دور سے لے کر اب تک ہر جمعہ کے خطاب میں امیر تنظیم اسلامی موجودہ سیاسی صورتحال پر تبصرہ کرتے ہیں، اپنا موقف بھی پیش کرتے ہیں۔ اس موقف کو ہم تنظیم کی سطح پر بھی ہر رفیق تک پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو سیاست 50 فیصد نظری اور 50 فیصد عملی ہوتی ہے۔ تنظیم اسلامی نظری سیاست میں بھرپور حصہ لیتی ہے۔ پھر عملی سیاست میں 25 فیصد انتخابی اور 25 فیصد انقلابی سیاست ہوتی ہے۔ تنظیم اسلامی انتخابی سیاست میں حصہ نہیں لیتی بلکہ انقلابی سیاست میں حصہ لیتی ہے۔ گویا کل 75 فیصد سیاست میں حصہ لیتی ہے۔ اس وقت مروجہ سیاست انتخابی ہے جبکہ تنظیم اسلامی کا واضح موقف ہے کہ انتخابات کے ذریعے چلتا ہوا نظام چل تو سکتا ہے، چہرے تو بدل سکتے ہیں لیکن نظام بدل نہیں سکتا۔ نظام کو بدلنے کے لیے انقلابی سیاست کی ضرورت ہے۔

سوال: پاکستان میں دو طرح کے نظام حکومت رہے

ہیں ، ایک آمریت اور دوسرا جمہوریت ۔ تنظیم اسلامی کا اس حوالے سے کیا موقف ہے دونوں میں سے کونسا نظام ملک کے لیے بہتر ہے؟

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف: بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمدؒ ایک مثال دے کر یہ بات سمجھایا کرتے تھے کہ جس طرح انسان کا ایک جسمانی وجود ہے اور ایک روحانی وجود ہے ۔ جسمانی وجود کو زندہ رہنے کے لیے ہوا، پانی اور غذا کی ضرورت ہوتی ہے جبکہ روحانی وجود کی سلامتی کے لیے اسلام ضروری ہے ۔ اسی طرح پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے ۔ اس کی سلامتی اور بقاء صرف اسلام کے نفاذ میں مضمر ہے ۔ یہاں اسلام صرف انقلابی راستے سے آسکتا ہے ، انتخابی راستے سے ہرگز نہیں آسکتا ۔ جب تک اسلامی نظام نہیں آجاتا تب تک اس ملک کی سلامتی اور بقا کے لیے جمہوریت ضروری ہے کیونکہ جمہوریت میں عوام اپنے نمائندگان منتخب کر کے حکومت میں شامل ہوتے رہیں گے تو گھٹن کا ماحول پیدا نہیں ہوگا ورنہ آمریت میں عوام کی رائے اور حق انتخاب چھن جانے سے اضطراب پیدا ہوگا اور ملک خدانخواستہ انتشار کی طرف جاسکتا ہے ۔ پھر یہ کہ آمریت میں مقتدر قوتیں غیر جمہوری اور غیر قانونی راستے اختیار کرتی ہیں ۔ اس لیے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جب تک پاکستان میں اسلام نہیں آجاتا تب تک جمہوری نظام آمریت کے مقابلے میں بہتر ہے ۔ اسلامی نظام کی روح شورائی ہے اور اگر حقیقی جمہوریت ہو تو اس میں مشاورت کا عنصر کسی قدر شامل ہوتا ہے اور مشاورت سے کسی حد تک فیصلے کیے جاتے ہیں ۔

سوال: ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اس وقت پاکستان میں جو جمہوریت چل رہی ہے اس کے پیچھے کہیں آمریت کھڑی ہے ۔ جو لوگ اسمبلیوں میں آرہے ہیں ان کی اکثریت کا تعلیمی لیول ، ان کی سمجھ بوجھ ، فکری سطح ، پیشے سے کمٹمنٹ ، ادراک اور معاملہ فہمی کچھ خاص نہیں ہے ۔ بس ایک عمومی رجحان بن چکا ہے کہ الیکشن میں اتنے کروڑ لگاؤ اور حکومت میں آکر اتنے گنا زیادہ بنا لو ۔ ایسی جمہوریت میں مشاورت کیا ہوگی؟

اعجاز لطیف: اصل میں ہمارے مجموعی نظام کی خرابی ہے ۔ ورنہ ہمارے پڑوس میں بھارت نے آزاد ہوتے ہی فوری طور پر جاگیردارانہ نظام ختم کر دیا تھا ۔ اس کے نتیجہ میں وہاں ذمہ دار قسم کی قیادت سامنے آنا شروع ہوئی ۔ بے شک اس میں انتہا پسندی بھی ہے لیکن ملک کو انہوں نے ترقی دی ۔ خاص طور پر دہلی حکومت کجریوال کی وجہ سے ایک مثال بنی ہوئی ہے ۔ ہمارے ہاں عوام کو جو صرف خواب دکھائے جاتے ہیں وہ وہاں بالفعل پورے کر کے دکھا رہا ہے ۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں نظام تین بنیادی اور بڑی خرابیوں نے جکڑا ہوا ہے ۔ 1 ۔ جاگیرداری ، 2 ۔ سرمایہ داری ، 3 ملٹری اور سول بیوروکریسی ۔ ان تینوں کا آپس میں گٹھ جوڑ ہے جس کی وجہ سے یہ نظام پر مسلط ہیں اور ان میں سے جو حکومت میں آتے ہیں ان کے لیے ہمارے ہاں بڑی خوبصورت اصطلاح گھڑ لی گئی ہے : Electables ۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو پیسے اور اثر رسوخ کے بل بوتے پر حکومت میں آسکتے ہیں ، تعلیم ، شعور ، ادراک اور فہم چاہے کچھ بھی نہ ہو ۔ اسمبلی میں چاہیے ٹرانسجینڈر کے حوالے سے بل آجائے تو انہیں کچھ پتا نہیں ہوتا کہ کیا ہے؟ پھر یہ کہ جو بڑے بڑے جاگیردار اسمبلیوں میں بیٹھے ہیں یہ اپنی جاگیروں میں لوگوں پر مظالم کر رہے ہیں اور کوئی پوچھنے والا نہیں ہے ۔ یہ اصل میں اس نظام کی خرابی ہے ۔ تنظیم اسلامی انتخابی سیاست میں حصہ نہیں لیتی بلکہ اس کی بجائے انقلابی سیاست کی بات کرتی ہے کیونکہ یہ نظام انتخابی راستے سے تبدیل نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے انقلابی جدوجہد کی ضرورت ہے ۔

سوال: عارضی طور پر ہی سہی ہم ایسی جمہوریت کی تائید کیوں کر رہے ہیں جس میں خلاف شریعت قوانین بھی پاس ہوتے ہیں اور اللہ کی بجائے حاکمیت عوام کے پاس ہوتی ہے؟

خورشید انجم: ہمارے ہاں ملک کا نظام دو طرح سے اب تک چلتا آرہا ہے ۔ یا تو مارشل لاء رہا ہے یا پھر جمہوریت رہی ہے ۔ ہم یہ کہتے ہیں جمہوریت جیسی بھی ہے مارشل لاء یا آمریت سے بہتر ہے ۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ ہم اس کے خلاف شریعت فیصلوں کی تائید کر رہے ۔ ہمارا اصل ہدف اسلامی نظام ہے لیکن جب تک اسلام آنہیں جاتا تب تک ملک کا نظام تو چلانا ہے ۔ پھر یہ کہ پاکستان ایک کثیر القومی ملک ہے ۔ مارشل لاء جب لگے گا تو صوبوں کے اندر یہ تاثر پیدا ہوگا کہ اس وقت ملک میں صرف ایک صوبے کی حکومت ہے جیسا کہ 1971ء سے پہلے مارشل لاء میں بنگالی یہ کہتے تھے کہ ہمیں کراچی کی سڑکوں سے پٹسن کی بو آرہی ہے ۔ اسی طرح بلوچستان ، کے پی کے اور سندھ کو ہمیشہ شکایت رہی ہے کہ پنجاب حکومت کر رہا ہے ۔ اس کے برعکس جمہوریت جیسی بھی ہوگی عوام کی رائے سے حکومت بنے گی تو اس میں عوام کا بھرم رہے گا ۔ جیسا کہ آج کل الیکشن کا دور ہے تو وہ سیاسی لیڈر جو عام آدمی سے ہاتھ ملانا بھی گوارا نہیں کرتے تھے آج لوگوں سے گلے مل رہے ہیں ۔ چاہے عارضی ہی ہے لیکن عوام کو ایک ڈھارس رہتی ہے کہ ہمارا نمائندہ ہے ۔ اس کے برعکس کوئی جرنیل ہو یا بیوروکریٹ ہو تو وہ عوام میں کیوں جائے گا؟ اس نے کونسا عوام سے ووٹ لینا ہے ۔ غلام اسحاق خان جب صدر پاکستان تھے تو ان کے علاقے کے لوگوں نے ان کے سامنے کچھ مطالبات پیش کیے ۔ اس نے جواب دیا کہ میں تمہارے ووٹوں سے منتخب ہو کر نہیں آیا ۔ ایسے لوگ صرف اپنا مفاد اور وقت پورا کرتے ہیں اور پھر اگلی نسلوں میں بھی یہی سوچ منتقل کر جاتے ہیں ۔ اس لیے ہم مارشل لاء کے مقابلے میں جمہوریت کی تائید کرتے ہیں نہ کہ مطلق جمہوریت کی تائید ۔

اعجاز لطیف: ہمارے آئین میں یہ لکھا ہوا ہے کہ: no legislation shall be done repugnant to the Quran and Sunnah.

اس لیے اگر ہم جمہوریت کی عارضی حمایت کرتے ہیں تو ایسی جمہوریت کی کرتے ہیں جس میں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہو نہ کہ عوام کی ۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر ہمارے نمائندے اہل ثابت نہیں ہو رہے تو یہ بھی ایک تھیوری کی حد تک کہا جاتا ہے کہ ان کو آزادنہ موقع دیا جائے تو شاید کچھ عرصہ کے بعد بہتری آجائے ۔

سوال: تنظیم اسلامی اپنے رفقاء کو کیا رہنمائی دیتی ہے ۔ کیا وہ الیکشن میں ووٹ ڈال سکتے ہیں؟ کس کو ووٹ دینا چاہیے اور کیا کوئی رفیق تنظیم الیکشن لڑ سکتا ہے؟

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف: تنظیم اسلامی کا اس حوالے سے موقف دوٹوک ہے کہ بحیثیت جماعت تنظیم انتخابات میں حصہ نہیں لے گی اور نہ ہی اپنے کسی رفیق کو اس بات کی اجازت دے گی کہ وہ الیکشن لڑے ۔ اس کی بھی اجازت نہیں ہے کہ کوئی رفیق کسی سیاسی جماعت یا امیدوار کی کنویسنگ کرے ۔ البتہ ایک رفیق تنظیم ووٹ کاسٹ کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے بھی دو بنیادی شرائط ہیں کہ جس کو ووٹ دے رہے ہیں وہ ظاہری طور پر فسق و فجور میں مبتلا نہ ہو ۔

سوال: فسق و فجور سے کیا مراد ہے؟

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف: فسق و فجور سے مراد یہ کہ وہ گناہ کبیرہ کا مرتکب نہ ہو ۔ اس کا ظاہری کردار اور اس کے معاملات دین کے مطابق ہوں ۔ دوسری شرط یہ ہے کہ آپ جس کو ووٹ دے رہے ہیں اس کا تعلق کسی ایسی جماعت کے ساتھ نہیں ہونا چاہیے جس کے منشور میں خلاف شریعت چیزیں ہوں یا اس جماعت کی قیادت کے اعلانیہ نظریات اور تصورات میں کوئی بات خلاف شریعت موجود ہو ۔

سوال: ٹرانسجینڈر ایکٹ کے معاملے میں تقریباً تمام سیکولر جماعتیں ایک پیج پر ہیں ، اسی طرح کئی اور بھی خلاف شریعت چیزیں ان کے منشور میں در آئی ہیں ۔ایسی صورتحال میں تو پھر ہمیں شاید کوئی جماعت نظر ہی نہ آئے کہ جو کہ بچی ہوئی ہو؟

خورشید انجم: تنظیم اسلامی نے ووٹ کاسٹ کرنے کے لیے جو شرائط متعین کی ہیں، وہ صرف رفقائے تنظیم کے لیے ہی نہیں بلکہ عام لوگوں کے لیے بھی ہیں کیونکہ یہ صرف ووٹ ڈالنے کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ اس ووٹ کی ایک شرعی حیثیت بھی ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰٓى اَهْلِهَا ۙ﴾ (النساء:58)''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں اہل امانت کے سپرد کرو''

مفسرین کے نزدیک ووٹ ایک امانت بھی ہے، شہادت بھی ہے اور سفارش بھی ہے ۔ چوتھی چیز وکالت بھی ہے ۔ آپ کا نمائندہ اسمبلی میں جاکر آپ کی جگہ وکالت کرے گا۔لہٰذا یہ بڑا احساس معاملہ ہے ۔ چند معمولی مفادات کو مدنظر رکھ کر ووٹ کی پرچی پر ٹھپہ نہ لگائیں کیونکہ کل روز قیامت آپ سے اس کے متعلق پوچھا جائے گا کہ آپ نے کس کے حق میں گواہی تھی، کس کی سفارش کی ۔ ایک حدیث میں ہے کہ جب امانتیں یعنی عہدے نااہل لوگوں کو دیے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

اعجاز لطیف: اللہ نے قرآن میں جو یہ حکم دیا ہے کہ عہدے اہل لوگوں کے سپرد کرو۔اس کے برعکس ہمارے معاشرے میں دیکھا جاتا ہے کہ کون ہماری برادری کا ہے، ہمارے علاقے کا ہے ، ہماری زبان بولنے والا ہے وغیرہ۔ یہ اللہ کے حکم کی کھلی خلاف ورزی ہے ۔اس سے اہلیت ثابت نہیں ہوتی ۔اہلیت میں تو امانت ہے، دیانت ہے، احساس ذمہ داری اور احساس مسئولیت ہے ۔جس کو آپ اسمبلی میں بھیج رہے ہیں اس میں قانون سازی کے حوالے سے کتنا شعور ہے ۔ ہمارے ہاں جب ووٹ دیتے وقت اس اہلیت کا خیال نہیں رکھا جاتا تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اسمبلیوں میں اونگھتے ہوئے ممبران کے سامنے بل رکھ دیا جاتا ہے اور انہیں پتا ہی نہیں ہوتا کہ اس میں لکھا کیا ہے ۔ اسی وجہ سے ٹرانسجینڈر ایکٹ پاس ہو گیا تو بعد میں پتا چلا جی کہ یہ تو غلط ہو گیا۔ بعد میں شریعت کورٹ نے بھی اس کو خلاف اسلام قرار دے دیا۔اس لیے لازم ہے کہ عوام شعوری طور پر اپنا حق رائے دہی اسلام کے تقاضوں کو مدنظر رکھ کر استعمال کریں۔ یقیناً اس سے کچھ خیر اور بہتری کے پہلو برآمد ہوں گے ۔ ہمارے ہاں چونکہ کبھی حقیقی جمہوریت آنے ہی نہیں دی گئی اس لیے یہ سب مسائل پیش آرہے ہیں ۔ وہ کام جو لوکل گورنمنٹ کے ہوتے ہیں وہ آ کے وفاقی وزراء کر رہے ہیں۔ یعنی آوے کا آوا ہی بگڑا ہوا ہے ۔ پھر گھوم پھر کے بات وہیں آتی ہے کہ یہ جمہوریت مسائل کا حل نہیں ہے بلکہ مسائل کا اصل حل اس پورے نظام کو بدلنے میں ہے اور نظام انتخابات سے نہیں بلکہ انقلاب سے بدلے گا ۔ یہاں اسلام کا وہ نظام قائم کرنے کی ضرورت ہے جس کے لیے یہ ملک بنا تھا اور جس نظام کے اندر ہر ایک کو حقوق مل رہے تھے اور قوم کے حکمران خود کو قوم کا خادم سمجھتے تھے ۔جن کو احساس تھا کہ اگر کوئی جانور بھی ان کی سلطنت میں بھوکا مر گیا تو اس کی بھی پوچھ ان سے ہوگی ۔ یہی وہ احساس تھا کہ خلیفہ وقت اپنے کندھوں پر بوجھ اُٹھا کر لوگوں کے گھروں میں راشن پہنچاتے تھے۔

سوال: لوگ یہ کہتے ضرور ہیں کہ خمینی کی طرح کا انقلاب آنا چاہیے لیکن انقلاب کی طرف پھر بھی لوگ نہیں آتے ۔ زیادہ تر لوگ انتخابی سیاست کو ہی مسائل کا حل سمجھتے ہیں ۔ آپ کیا سمجھتے ہیں کہ جس طرح کے لوگ اسمبلی میں آرہے ہیں اور جو ملک کی بیوروکریسی کی صورت حال ہے اس کے ہوتے ہوئے انتخابات سے کوئی بہتری آسکتی ہے؟

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف: جس طرح کے الیکشن ہمارے ہاں ہوتے ہیں ان سے تو کوئی تبدیلی نہیں آسکتی ۔ اگر ہم دیکھیں تو تاریخ انسانی میں آج تک کوئی بھی انقلاب انتخابات کے ذریعے نہیں آیا یا اگر میں تھوڑا مزید آگے بڑھ کر کہوں تو جمہوری قوتوں کے ذریعے نہیں آیا۔ کیونکہ جمہوری جماعتوں کو ایک نظام کے تحت کام کرنا ہوتا ہے ۔ جبکہ نیا نظام لانے کے لیے پہلے نظام کے خلاف کھڑا ہونا پڑتا ہے۔اس کی رہنمائی ہمیں قرآن سے ملتی ہے ۔

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ (الصف:16)''وہی ہے (اللہ) جس نے بھیجا اپنے رسولؐ کو الہدیٰ اور دین حق کے ساتھ تاکہ غالب کر دے اس کو پورے نظامِ زندگی پر''

نبی اکرم ﷺ کا جو اصل مشن تھا وہ یہی تھا جو آپ ﷺ کے مبارک ہاتھوں سے جزیرہ نما عرب میں مکمل ہوا اور اس کے بعد تصدیر انقلاب بھی ہوئی ۔ یہ انقلاب بھی انتخابات کے بغیر ہی آیا تھا۔ یہ بات تاریخی طور پر طے شدہ ہے کہ انتخابات کے ذریعے نہ ہی ایران میں آیت اللہ خمینی کی حکومت بن سکی اور نہ بن سکتی تھی ۔بانی تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ کا کتابچہ رسول انقلاب کا طریق انقلاب بھی موجود ہے۔اس میں یہ سب تفصیل موجود ہے کہ دنیا میں جو بھی بڑے انقلابات آئے ہیں وہ تحریک کے ذریعے آئے ہیں نہ کہ انتخابات کے ذریعے۔اسی لیے تنظیم اسلامی کا موقف یہ ہے کہ انقلاب لانے کے لیے پہلے اپنی ذات میں تبدیلی لانا پڑے گی، اپنے چھ فٹ کے جسم پر اسلام کو نافذ کرنا پڑے گا ، پھر اس دعوت کو دوسروں تک پہنچانے کا ذریعہ بنیں ۔تب کہیں جاکر ہم تبدیلی یا اقامت دین کی بات کر سکتے ہیں۔ جبکہ موجودہ نظام میں ہمارے جو سیاستدان ہیں یا حکمران ہیں، ہماری سول اور ملٹی بیوروکریسی میں جو لوگ ہیں ان کی زندگیوں میں ہمیں کوئی ایسا عنصر نظر نہیں آتا تو تبدیلی کیسے آئے گی ۔ یہ نظام اور یہ بیوروکریسی تو انگریز خود کو غالب کرنے کے لیے قائم کر کے گئے ہیں، ان کے تو منشور میں ہی اسلام نہیں ہے بلکہ معذرت کے ساتھ اس کے برعکس سب کچھ ہو رہا ہے۔

سوال: فرض کریں اگر ایک انتہائی سے زیادہ صادق اور امین وزیراعظم بھی آج آجائے تو کیا وہ موجودہ نظام میں رہتے ہوئے کوئی تبدیلی لاسکتا ہے؟

خورشید انجم: پہلی بات تو یہ ہے کہ موجودہ نظام کے ہوتے ہوئے کوئی ایسا فرد وزیراعظم بن ہی نہیں سکتا اور اگر بن بھی گیا تو وہ مکمل تبدیلی ہرگز نہیں لاسکتا کیونکہ سارا نظام ہی کرپٹ ہے ۔ جیسے فساد خون ہو تو کبھی پھوڑا ماتھے پر نکل آئے گا، کبھی ہاتھ پر نکل آئے گا، کبھی ٹانگ پر نکل آئے گا۔اسی طرح موجودہ نظام میں ہر جگہ خرابیاں ہیں ، ہر کوئی کرپشن اور لوٹ کھسوٹ میں ملوث ہے ۔ کسی بھی ادارے میں چلے جائیں ، کسی بھی محکمے میں چلے جائیں کوئی کام جائز طریقے سے نہیں ہو رہا۔لہٰذا جب تک پورا نظام نہیں بدلے گا چہرے بدلنے سے کچھ نہیں ہوگا۔

سوال: جب پورا نظام ہی کرپٹ اور سیکولر ہے اور بے خدا تہذیب کی طرف بھاگتا ہوا جارہا ہے ۔اس نظام کے تحت اگر دینی جماعتیں الیکشن میں حصہ لیتی ہیں تو ان کی کیا ویلیو رہ جائے گی اور پھر اس کے بعد بھی جب وہ اکٹھی نہیں ہوں گی تو ان کی کیا ویلیو رہ جائے گی ۔آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس طرح کوئی نتیجہ خیز کام ہو سکے گا؟

اعجاز لطیف: اس بات کو بانی تنظیم اسلامیؒ نے ہمیشہ بیان کیا ہے کہ ایسی صورتحال میں اسلام مزید تقسیم ہوتا ہے۔ جب دینی جماعتیں الگ الگ انتخابات میں حصہ لیں گی تو لوگوں کو سوچ میں ڈال دیا جاتا ہے کہ کس کے اسلام کو ووٹ دیں۔اس کے برعکس جب دینی جماعتوں نے متحد ہو کر انتخابات میں حصہ لیا تو ان کو زیادہ کامیابی ملی ہے۔لیکن اس کے باوجود بھی وہ ڈیلیور نہیں کر پائیں کیونکہ

نظام وہی فرسودہ ہے۔ نتیجہ میں ایک حسبہ بل تک منظور نہیں کروا سکیں۔ بہرحال حاصل کلام یہ ہے کہ دینی جماعتیں اگر واقعی اسلام کے لیے مخلص ہیں اور وہ سمجھتی ہیں کہ وہ انتخابات کے ذریعے اسلام کو لا سکتی ہیں تو کم ازکم وہ متحد ہو کر الیکشن میں حصہ لیں۔

سوال: کچھ دینی جماعتیں سیکولر جماعتوں کے ساتھ اتحاد بھی کر رہی ہیں۔ کیا ان کے پاس اس کی کوئی شرعی دلیل بھی ہے؟

خورشید انجم: جس طرح کی سیاست چل رہی ہے اس میں شریعت کا تو کوئی عمل دخل ہی نہیں ہے۔ ایک سیٹ پر جب پانچ دینی جماعتیں کھڑی ہوں گی تو ظاہر ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کی مخالفت بھی کریں گی اور بعض اوقات ایک دوسرے کے خلاف فتوے بھی نکل آتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ عام لوگ ان سے متنفر ہو جاتے ہیں اور پھر جب یہ سیکولر جماعتوں کے ساتھ اتحاد بناتی ہیں تو دینی حلقے بھی ان سے متنفر ہو جاتے ہیں کیونکہ شریعت میں تو اس کی بالکل بھی گنجائش نہیں ہے۔

سوال: اگر ایک دینی جماعت کسی سیکولر جماعت کے ساتھ اتحاد کرتی ہے جس کے منشور میں خلاف شریعت چیزیں شامل ہیں تو اس دینی جماعت کی ساکھ کیا رہ جائے گی کہ اس میں حمیت اسلام ہے یا صرف حمیت سیٹ ہے؟

خورشید انجم: اب تو ایسا ہی محسوس ہو رہا ہے کہ ان کے مدنظر صرف سیٹ کا حصول ہے چاہے وہ جس طرح بھی مل جائے۔ اس کے لیے وہ امیدوار کا معیار بھی نہیں دیکھتے کہ اس میں دین کا مادہ بھی ہے کہ نہیں۔ پھر یہ کہ ایسی جماعتوں کے ساتھ بھی اتحاد ہو رہا ہے جو ملک کی نظریاتی بنیادوں کو ہی نہیں مانتیں اور جن کے اعلانیہ نظریات دین مخالف ہیں۔ کوئی اصول، کوئی نظریہ ان دینی جماعتوں کے مدنظر نہیں رہا۔ بس کہتے ہیں جی سیاست ہے۔ گویا سیاست ایک طرح سے نام ہو گیا ہے بے اصولی کا۔ ایک طرف دینی جماعتیں دین کا درس دیتی ہیں اور دوسری طرف یہ سب کریں گی تو ان کی ساکھ کیا رہ جائے گی؟

سوال: دینی جماعتیں جو کہ اللہ اور رسول ﷺ کا نام لیتی ہیں ان کی الیکشن مہم میں بھی کچھ خلاف شریعت طور طریقے نظر آ رہے ہیں، اس بارے میں آپ کیا کہیں گے؟

ڈاکٹر عطاء الرحمٰن عارف: معذرت کے ساتھ اس نظام کے تحت جو الیکشن ہوتے ہیں ان میں کوئی دینی جماعت ہو یا سیکولر ہو اسے لوگوں کو اپنی طرف راغب کرنے، انہیں قائل کرنے اور انہیں خواب دکھانے کے لیے جو بھی طور طریقے اختیار کرنے پڑتے ہیں وہ سب ایک جیسے ہی ہیں۔ مثال کے طور پر میوزک کا استعمال، نماز اور اذان کے اوقات کا خیال نہ رکھنا، اس وقت ریلیاں اور جلوس نکالنا۔ یہ تمام وہ چیزیں ہیں جو غیر شرعی ہیں۔ پھر مخلوط جلوس اور جلسے، سٹیج پر بھی مخلوط ماحول۔ عوام سے وہ وعدے اور دعوے جو پورے نہیں ہو سکتے۔ دینی جماعتوں کو کم ازکم سوچنا چاہیے کہ اس بارے میں سوال ہوگا۔ یہ سارا ماحول دیکھ کر ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے ہمیں اس انتخابی سیاست سے دور رکھنے کی وجوہات بتائیں اور وہ باتیں ٹھیک ثابت بھی ہو رہی ہیں۔ سیاست شجر ممنوعہ نہیں ہے بلکہ اگر اسلامی ریاست بالفعل موجود ہو اور اسلام کا اجتماعی نظام قائم ہو تو اس میں سیاست صرف عبادت ہی نہیں ہوتی بلکہ کار نبوت بھی ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام نے بھی یہ کام کیا ہے لیکن موجودہ دور میں جو سیاست ہو رہی ہے، خاص طور پر انتخابی سیاست اس میں غیر شرعی چیزیں زیادہ آ گئی ہیں۔ اسی وجہ سے ہم یہ سمجھتے ہیں کہ جہاں جہاں ہماری آواز پہنچ سکتی ہے وہاں ہم ان دینی جماعتوں کو اس حوالے سے آگاہی بھی پہنچاتے ہیں۔ ہم نے ماضی میں بھی آگاہی منکرات مہمات چلائی ہیں اور اب بھی ہم نے اس بات کو سوشل میڈیا کے ذریعے نمایاں کیا ہے۔ اصل میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تمام دینی جماعتیں متحد ہو کر اس باطل نظام کے خلاف کھڑی ہوتیں۔ محترم ڈاکٹر اسرار احمدؒ نے بہت پہلے یہ کہا تھا کہ کم سے کم یہ تو ہو سکتا ہے کہ دینی جماعتیں آپس میں ایک قوت بن جائیں اور سب مل کر سیکولر نظام کے خلاف کام کریں تو شاید کچھ تبدیلی آ جائے۔ بہرحال شاید وہ اس طرف جانا ہی نہیں چاہتیں۔

خورشید انجم: ان سیاسی جماعتوں کے ہاں ایک محاورہ ہے کہ جنگ اور محبت میں سب جائز ہے تو انتخابات میں بھی سب جائز ہے۔ حالانکہ اسلام کے اصولوں کے مطابق تو نہ جنگ میں سب جائز ہے اور نہ محبت میں سب جائز ہے۔ اسلامی تاریخ میں تو جنگوں کے دوران بھی شریعت کی پابندی لازم تھی۔

سوال: جب تک اسلامی نظام نہیں آتا اس ملک کا نظام تو بہرحال چلانا ہے۔ موجودہ حالات میں جو الیکشن ہو رہے ہیں ان میں عوام کو کیا کرنا چاہیے تاکہ ملک بہتری کی طرف جائے؟

اعجاز لطیف: دیکھیے! یہ ایک موقع ہے، عوام اس سے فائدہ اٹھا کر اپنا حق رائے دہی صحیح طریقے سے استعمال کریں اور اہل لوگوں کو منتخب کریں۔ اللہ نے ہمیں یہ اختیار دیا ہے تو کل اس کے حوالے سے پوچھا بھی جائے گا کہ آپ نے حق رائے دہی کا استعمال جائز کیا تھا یا ناجائز۔ اس احساس جواب دہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے اپنے حق رائے دہی کو استعمال کریں۔ جو شرائط تنظیم اسلامی نے ووٹ دینے کے لیے اپنے رفقاء کے لیے مقرر کی ہیں وہ عام مسلمانوں کے لیے بھی ہیں۔ ان شرائط کے تحت حق رائے دہی استعمال کریں گے تو یقیناً کچھ نہ کچھ خیر برآمد ہوگی۔ اس کے علاوہ امن عامہ کو خراب نہ ہونے دیں۔

خورشید انجم: حدیث میں تو یہ بھی ہے کہ آپ جس راستے سے گزر رہے ہیں اس کا بھی حق ادا کریں۔ اصل میں یہ تو ایک عمومی ذمہ داری ہے کہ ہم جس ملک میں رہ رہے ہیں اس ملک کی خیر خواہی اور بھلائی ہمارے مدنظر ہونی چاہیے کیونکہ اس ملک کی اساس اسلام ہے۔ پاکستان کا مطلب کیا لا الہ الا اللہ، یہ تحریک پاکستان کا بنیادی نعرہ تھا۔ اس بنیاد سے اگر ہم ہٹیں گے تو ہم بے لنگر جہاز یا کٹی پتنگ کی طرح ہو جائیں گے۔ یہ طے ہے کہ اسلام تو صرف انقلاب کے ذریعے ہی آئے گا تاہم جب تک اسلام نہیں آتا اس ملک کا نظام چلانے کے لیے انتخابات ضروری ہیں۔ ان حالات میں ووٹ کی پرچی ایک طرح سے پاکستان کی تعمیر یا تخریب کی پرچی ہے۔ اس کو باقاعدہ احساس ذمہ داری اور احساس مسئولیت کے تحت استعمال کرنا چاہیے نہ کہ برادری ازم، علاقائی، لسانی یا ذاتی مفادات کے تحت۔

آصف حمید: آپ کی بات میں تھوڑا اضافہ کرنا چاہوں گا کہ اگر ہم نے اپنے حق رائے دہی کو استعمال کرنا ہے تو کسی ایماندار شخص کے حق میں کریں نہ کہ کسی خائن اور نفاق کے طرز عمل رکھنے والے شخص کے حق میں۔ منافق کی چار نشانیاں اللہ کے رسول ﷺ نے بیان فرمائی ہیں: جب وعدہ کرے تو خلاف ورزی کرے، جب بولے تو جھوٹ بولے، جب امین بنایا جائے تو خیانت کرے۔ جب بحث و مباحثہ ہو تو آپے سے باہر ہو کر گالم گلوچ کرے۔ ووٹ دینے کے لیے کم ازکم یہ پیرامیٹر ہمارے پاس ہونا چاہیے کہ جس کو ہم ووٹ دیں اس کے اندر یہ چیزیں نہ ہوں۔ اس سے کم ازکم کچھ تو بہتری آئے گی۔ ہمارا اصل خلوص اللہ کے ساتھ ہے، اللہ کے رسول ﷺ کے ساتھ ہے، اس کے بعد اپنے ملک کے ساتھ ہے۔ اگر اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے احکامات کے مطابق اس ملک میں حکومت بنتی ہے یا معاملات چلتے ہیں تو ہمیں خوشی ہوگی۔ اسی خیر خواہی کے جذبے کے تحت ہمارا یہ کہنا ہے کہ آپ جماعتوں کا تجزیہ کریں اور صحیح معنوں میں جو حق دار ہے اس کو ووٹ دیں۔

قارئین پروگرام ”زمانہ گواہ ہے“ کی ویڈیو تنظیم اسلامی کی ویب سائیٹ www.tanzeem.org پر دیکھی جا سکتی ہے۔

رام مندر اور بھارت کا مستقبل

یوسف عرفان

بی جے پی کے کٹر پنتھی وزیر اعظم نریندرا مودی نے 22 جنوری بروز پیر اجودھیا میں رام مندر کی تعمیر کی سرکاری تقریب کی صدارت کی۔ تقریب کی خوشی میں وفاقی اور صوبائی سرکاری ملازمین کے لیے عام تعطیل کا اعلان تھا۔ رام مندر اور اجودھیا شہر پر ہیلی کاپٹر کے ذریعے گل پاشی کی گئی۔ مودی کے ایک جانب RSS کے سربراہ موہن بھگوت، دوسری جانب یوپی کے وزیر اعلیٰ اور گورنر تھے جو گجرات کے سابق وزیر اعلیٰ بھی رہ چکے ہیں۔ یاد رہے کہ فروری 2002ء میں بھارتی گجرات میں کئی دن مسلمانوں کا قتل عام جاری رہا۔ مسلمانوں کے گھر اور مساجد مسمار کردی گئیں۔ گجرات میں مسلم کشی کے وقت موجودہ وزیر اعظم مودی، وزیر اعلیٰ تھے۔ گجرات میں مسلمانوں کے قتل عام کا بہانہ گودھراں ریل بوگی میں مسلمانوں کا آگ لگانا تھا۔ قتل عام کے اقدام کے بعد بھارتی سپریم کورٹ نے فیصلہ سنایا کہ بوگی کو آگ مسلمانوں نے نہیں لگائی تھی بلکہ یہ وحشیانہ کارروائی ہندو انتہا پسندوں کی تھی تاکہ مسلمانوں کے قتل عام کے جواز کا بہانہ بن سکے۔ اس نام نہاد ''بہادرانہ قتل عام'' کے صلہ میں بھارتی جنتا (عوام) نے مودی کو دوبار وزیر اعظم بنایا۔ مودی نے بھارت میں مسلم کشی کی مہم کو اعلانیہ سرکاری پالیسی بنا دیا۔ نیز وزیر اعظم مودی نے بنگلہ دیش کی نام نہاد آزادی یعنی مشرقی پاکستان کی علیحدگی (16 دسمبر 1971ء) میں مکتی بھانی فورس کے کارکن کے طور پر عملی شرکت کے اعزاز پر اظہار فخر کیا۔ رام مندر کی افتتاحی تقریب میں بالی وڈ کے کٹر پنتھی ہندو فلمسٹارز بشمول امیتابھ بچن' عالیہ بھٹ وغیرہ مودی کے قریب براجمان تھے۔ یہ بھارت کی مودی انتظامیہ آج بھی پاکستان میں فساد' انتشار' افتراق' دہشت گردی اور ٹارگٹ کلنگ میں مصدقہ طور پر ملوث ہے۔

رام شہر اجودھیا اور رام کا جنم استھان (جنم بھومی)

رام کتھا کی فرضی اخلاقی کہانیاں ہیں۔ انہیں رام لیلا اور رامائن اسے دو تین سو سال میں عوامی مقبولیت میسر آئی۔ اس قبولیت میں انگریز اور انگریز نواز برطانوی مورخین اور نام نہاد سیاحوں کی ہرزہ سرائی اور کذب کا خاصا ہاتھ ہے۔ اس کے برعکس بہت سے ہندو پنڈت اور شنکر اچاریہ ہندوؤں نے آج بھی مودی کے اقدام کو غیر حقیقی اور سیاسی شعبدہ بازی قرار دیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر جھوٹ کو عام کر دیا جائے تو وہ عوامی بن جاتا ہے۔ رام مندر کی تقریبات سرکاری طور پر ہر شہر' محلہ اور گلی میں منانے کا اہتمام کیا گیا اور اس ملک گیر تقریبات کا اہتمام اور انتظام اسلام اور مسلم دشمنی ہندو کٹر پنتھی تنظیموں آر ایس ایس' وشوا ہندو پریشد' شیو سینا اور علاقائی شاخوں نے پورے بھارت کو آر ایس ایس اور اس کی سیاسی پارٹی بی جے پی نے ''ہندی ہے تو ہندو بن'' کا منظر بنا دیا ہے۔ یاد رہے کہ بی جے پی کا اردو مطلوب بھارتی عوامی پارٹی (Bharati peoples party) ہے۔ ''رام کتھا'' مہابھارت سے پہلے کی کہانی ہے جس کا سال اور صدی کا تعین بھی غیر یقینی ہے۔ رشی والمیک نے رامائن لکھی۔ رشی والمیک کے رام کی بیوی سیتا کے دو جڑواں تھے۔ گپتا کے بدھ راجہ بکر ماجیت نے رام کہانی کے اخلاقی پہلو بہادری' عدل' عوامی بہبود اور خوشحالی کی فرضی داستانوں سے متاثر ہو کر بدھ مت کے مرکزی شہر ''سکیتا'' کا نام ''اجودھیا'' رکھ دیا۔ مغل سلطنت کے بانی بابر نے چار سال ہندوستان دہلی میں حکومت کی۔ ظہیر الدین بابر کی کل عمر سینتالیس سال تھی اور یہ اپنی پوری زندگی میں کبھی ''اجودھیا'' نہیں گئے۔ البتہ اجودھیا بابر کے دور میں فتح ہو چکا تھا۔ بابر کے کمانڈر میر باقی نے اجودھیا میں 1528ء میں بابری مسجد تعمیر کی۔ اس وقت تک اجودھیا میں کوئی ''رام مندر''، ''رام چبوترہ'' رام جنم استھان اور ہنومان گڑھی کا تصور نہیں تھا۔ اسی لیے بابر کے پوتے اکبر اعظم کے زمانے میں تلسی داس درباری نے والمیک کی رامائن کے ہندی میں ترجمہ کیا۔ تلسی داس نے بھی اپنے ترجمہ میں اجودھیا میں ''رام مندر'' وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں کیا کیونکہ رام کی عوامی مقبولیت کا تذکرہ برطانوی سامراج کی ''تقسیم کرو اور راج کرو'' (Divide and rule) پالیسی کے تحت اجودھیا میں رام مندر' رام جنم استھان اور رام مندر کو مسمار کر کے بابری مسجد بنائی گئی' کا تصور عام کیا گیا۔ اس ضمن میں انگریز مورخین منٹگمری مارٹن نے 1838ء' جان لیڈن 1819ء نے ارسکائن اور ایلیٹ وغیرہ نے مذکورہ جھوٹی کہانیاں گھڑ کے ہندو عوام کو مسلمانوں کے خلاف کھڑا کیا۔ 1902ء میں فیض آباد کے ڈپٹی کمشنر کے ایک کمیٹی تشکیل دے کر اجودھیا میں ہندوؤں کے 145 دھرمی مقامات گھڑ کر نشاندہی کی جبکہ ہندوؤں نے 1985ء میں بابری مسجد کے قریب نام نہاد ''رام چبوترہ'' کے مقام پر رام مندر بنانے کی عدالتی اجازت مانگی جو رد کر دی گئی' فی الحقیقت ہندوؤں نے ''اردو ہندی جھگڑا'' کے مساوی ''مسجد گراؤ۔ مندر بناؤ'' تحریک شروع کی۔ جس نے ہندو مہاسبھا' آر ایس ایس' سنگٹھن' شیوسینا' سیفر ان' بریگیڈ بی جے پی' کانگریس وغیرہ کے ذریعے ''مسلم آثار کو مسمار'' اور ''مسلمانوں کو دیس نکالا'' کی مہم شروع کی۔ جسٹس دیوکی نندن' سوشیل سری واستو' کے ایل ایڈوانی' نہرو' گاندھی' راجیو' مودی جیسے اکابرین رام مندر کے حامی رہے ہیں جبکہ پروفیسر آر ایس شرما' سنجے سوری' کے این پانیکار جیسے مورخین لکھتے ہیں کہ خیالی رام جی کی خیالی راجدھانی ''اجودھیا'' کا قدیم تاریخ سے کوئی تعلق نہیں۔ تقسیم ہند کے بعد آزاد بھارت میں ''رام مندر مہم'' منہ زور ہوگئی۔ یاد رہے کہ ''بھارت'' رام کا بھائی ہے لہٰذا بھارت ماتا ہندو دھرمی ریاست ہے۔ خیالی شہر اجودھیا کا خیالی راجہ دسرتھ کی تین بیویاں اور چار بیٹے رام چندر' لچھمن' بھرت' شتروگھن تھے۔ خیر 23 دسمبر 1949ء ہندو انتہا پسندوں نے رات کی تاریکی میں رام کے مجسمے بت بابری مسجد کے اندر رکھ دیے اور عدالت میں موقف اختیار کیا کہ رام جی نے کرشمہ چمتکار کر کے از خود اپنی جنم استھان کی نشاندہی کر دی ہے لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ بابر مسجد رام مندر گرا کر بنائی گئی ہے۔ عدالت نے چمتکار موقف قبول یا اور فوری طور پر محدود تعداد اور اوقات میں بابری مسجد کے اندر بت پرستی کے لیے عدالتی پروانہ دے دیا۔ وزیر اعظم اندرا گاندھی نے ہندوستان کی قدیم مساجد' مدارس اور ملحقہ جائیداد کو آثار قدیمہ کے حوالے کرنے کی طویل فہرست جاری کر دی جبکہ مذکورہ مساجد میں پانچ باجماعت نماز اور مدارس میں باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی۔ اندرا گاندھی جواہر لال نہرو کی بیٹی اور لبرل سیاسی پارٹی کانگریس کی سربراہ تھی۔ اندرا گاندھی کے بیٹے وزیر اعظم راجیو گاندھی نے 1986ء

میں ہندوؤں کو بابری مسجد کے اندر پوجا یعنی بت پرستی کی عام اجازت دے دی۔ جسٹس دیو کی نندن نے 1990ء میں بھارت کی تمام مساجد کے آثار بھی ختم کرنے کی مہم شروع کی۔ کانگریس کی ذیلی انتہا پسند سیاسی تنظیم بی جے پی' ہندو پریشد' شیو سینا وغیرہ کے کٹر پنتھی قائدین مثلاً کے ایل ایڈوانی نے ملک گیر انتہا پسندی کو فروغ دیا اور ہندو (دلت وغیرہ) کو متحد' متفق' منظم' موثر کر کے بابری مسجد کے انہدام کے لیے رتھ یاترا کا آغاز کیا۔ بی جے پی کے موجودہ انتہا پسند وزیر اعظم نریندر مودی نے اپنے دونوں ادوار میں بابری مسجد گرا کر رام مندر کی تعمیر مکمل کی اور سرکاری طور پر رام مندر کی افتتاحی تقریب کا انعقاد کیا۔ بابری مسجد کی جگہ پر رام مندر کی تعمیر کے مطلب بھارت کی آئینی' قانونی' اصولی اور اخلاقی شناخت ختم کر دی گئی۔

بھارت کے پہلے قانون ساز دلت وزیر قانون ڈاکٹر امبیدکر نے کانگریس اور آر ایس ایس جیسی ہندو انتہا پسند جماعتوں کے اندر ''رام راج کی آشا'' دیکھ کر نہرو' گاندھی' پٹیل وغیرہ کو مخاطب کر کے برملا کہا تھا کہ سیکولر بھارت کے اندر ''رام راج'' کا قیام بھارت کی جغرافیائی شکست و ریخت کی خشت اول ہے۔ نیز رام راج برصغیر میں ہند مسلم کشمکش کو ہوا دے گا تو بالآخر مسلم ہند کو مہمیز دے گا۔ قرآن کا فرمان ہے کہ ہر تنگی کے بعد فراخی ہے ﴿اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ یُسْرًا ۝﴾ (الم نشرح:5) ''یقیناً مشکل ہی کے ساتھ آسانی ہے۔''

۞ ۞ ۞

پریس ریلیز 9 فروری 2024ء

الیکشن 2024ء میں عوامی مینڈیٹ کا احترام کریں

شجاع الدین شیخ

الیکشن 2024ء میں عوامی مینڈیٹ کا احترام کریں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر شجاع الدین شیخ نے ایک بیان میں کہی۔ اُنہوں نے کہا کہ تنظیم اسلامی کی سوچی سمجھی اور محکم رائے ہے کہ موجودہ فرسودہ نظام کو بدلنے کا واحد راستہ انقلابی جدوجہد ہے۔ البتہ جس طرح انسان کو زندہ رہنے کے لیے ہوا، پانی اور خوراک کی ضرورت ہوتی ہے اُسی طرح قبل از انقلاب ملک کے انتظامی نظم و نسق کو چلانے کے لیے جمہوری طرزِ حکومت ناگزیر ہے جو صرف صاف، شفاف اور منصفانہ انتخابات سے وجود میں آتا ہے۔ یہی ایک راستہ ہے جس سے عوام اپنا حقِ رائے دہی استعمال کر کے بغیر کسی خوف و جبر کے اپنے نمائندے اسمبلی میں بھیج سکتے ہیں۔ اُنہوں نے کہا کہ 2024ء کے انتخابات کے دوران ملک بھر میں موبائل سروسز کے بند رہنے نے الیکشن کی ساکھ کو بُری طرح متاثر کیا ہے۔ پھر یہ کہ نتائج کے اعلان میں تاخیر نے بھی الیکشن کو انتہائی متنازعہ بنا دیا ہے اور شفافیت پر بڑا سوال کھڑا کر دیا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ اگرچہ آئین اور قانون کے تحت صاف، شفاف اور غیر جانبدار عام انتخابات کا انعقاد ملک میں سیاسی اور پھر معاشی عدم استحکام کو کم کرنے میں مدد و معاون ثابت ہو سکتا ہے لیکن جب تک پاکستان کو حقیقی معنوں میں اسلامی فلاحی ریاست نہیں بنایا جاتا اُس وقت تک حقیقی معنوں میں پاکستان کی بقاء اور سلامتی کو یقینی نہیں بنایا جا سکتا۔ آخری اور حتمی بات یہ ہے کہ ہماری اُخروی نجات بھی اسی سے وابستہ ہے۔ (جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی، پاکستان)

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری

عمران پرتاپ گڑھی (انڈیا)

لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
سن لے آج تُو یہ فریاد خدایا میری
تیرے محبوب نے جس سمت کیے تھے سجدے
حکم سے تیرے وہ اصحاب نبیؐ کے سجدے
سینکڑوں غم لیے سینے میں ہے غمگین کھڑا
اب فقط تیرے بھروسے ہے فلسطین کھڑا
کاش دنیا یہ سمجھ پاتی یہ جھگڑا کیا ہے
آپ کے گھر پہ کسی غیر کا قبضہ کیا ہے
تو جو چاہے تو ہر اک بات کو بہتر کر دے
اک نظر ڈال کے حالات کو بہتر کر دے
لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
اب کہیں بھی نہیں سنوائی ہے میرے مولا
ساری دنیا ہی تماشائی ہے میرے مولا
جو تیرے نام پے لڑتے ہیں اگر ہارے تو
اس میں ہم سب کو بھی رسوائی ہے میرے مولا
ان کی اجڑی ہوئی بستی کی صدائیں سن لے
اے خدا قبلہ اوّل کی دعائیں سن لے
تو جو چاہے بُرا وقت بھی ٹل جائے گا
رات کی کوکھ سے سورج بھی نکل آئے گا
لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
سن لے آج تو خدایا میری
دُودھ پیتے بچوں کے بھی خواب ہوا کرتے ہیں
جنگ کرنے کے بھی آداب ہوا کرتے ہیں
ہم نہیں کہتے ہمیں کوئی پیمبر دے دے
جو فقط تیرے ہی آگے جھکے وہ سر دے دے
لشکرِ فیل جہالت پہ اتر آیا ہے
اے خدا پھر سے ابابیلوں کو کنکر دے دے
کون کہتا ہے کہ نفرت سے چلے گی دنیا
تو دکھا دے کہ محبت سے چلے گی دنیا
لب پہ آتی ہے دعا بن کے تمنا میری
سن لے آج تُو یہ فریاد خدایا میری
(اخذ از: وسیم احمد)

دعائے مغفرت
انا للہ وانا الیہ راجعون

☆ حلقہ پنجاب جنوبی کے منفرد اسرہ کوٹ سلطان کے نقیب قاری گل محمد کی والدہ وفات پاگئیں

برائے تعزیت: 0309-0665368

☆ تنظیم اسلامی ملتان غربی کے مبتدی رفیق ڈاکٹر محمد ساجد اقبال (حال سعودی عرب) کی والدہ وفات پاگئیں

برائے تعزیت: 0302-7439959

☆ حلقہ ملاکنڈ، باجوڑ غربی کے نقیب منتظر خان کے والد وفات پاگئے

برائے تعزیت: 0308-5873042

☆ تنظیم اسلامی ملتان کینٹ کے رفیق محمد عثمان عباس کے والد وفات پاگئے

برائے تعزیت: 0305-6565547

☆ حلقہ پنجاب جنوبی کے ناظم نشر واشاعت عبداللہ قادری کی دادی وفات پاگئیں

برائے تعزیت: 0302-6967140

☆ حلقہ فیصل آباد میں منفرد اسرہ گوجرہ کے نقیب غلام نبی کے چھوٹے بھائی وفات پاگئے

برائے تعزیت: 0307-4114598

☆ حلقہ بہاول نگر، ہارون آباد غربی کے مبتدی رفیق محمد عتیق الرحمن کی اہلیہ وفات پاگئیں

☆ '' حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کے منفرد رفیق محترم مسعود الرحمن کے ماموں وفات پاگئے

برائے تعزیت: 0333-9208436

☆ حلقہ خیبر پختونخوا جنوبی کی مقامی تنظیم مردان کے ناظم مالیات محترم محمد عادل خٹک کی خالہ وفات پاگئیں

برائے تعزیت: 0333-9000448

اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

امیر تنظیم اسلامی کی چیدہ چیدہ مصروفیات

(25 تا 28 جنوری 2024ء)

جمعرات (25-جنوری) کو مرکزی اُسرہ کے اجلاس میں آن لائن شرکت کی۔

جمعہ (26-جنوری) کو قرآن اکیڈمی ڈیفنس کراچی میں اجتماع جمعہ سے خطاب کیا۔ بعدازاں ایک رفیق کی بیٹی کے نکاح میں شرکت کی۔

امیر محترم اس سال نارتھ ناظم آباد کراچی میں Live دورہ ترجمہ قرآن فرمائیں گے۔ مزید برآں QTV کے لیے مکمل دورہ قرآن کی ریکارڈنگ شروع ہوگئی ہے۔

ہفتہ (27-جنوری) کو حلقہ کراچی وسطی کے دورے کا آغاز کیا۔ صبح 10:45 بجے تین نئے مقامی امراء (عمران عثمان، اسجد فاروق اور اقبال جاوید) سے ملاقات ہوئی۔ 11:30 بجے بزرگ رفقاء نشاط احمد اور رائے محمد صالح سے ان کی رہائش گاہوں پر ملاقات وعیادت کی۔ چند نوجوانوں کے اصرار پر ایک کانفرنس میں مختصر خطاب کیا۔ 2:30 بجے حلقہ کی شوریٰ سے ظہرانے پر ملاقات کی۔ 3:00 بجے قرآن اکیڈمی یاسین آباد میں کل رفقاء اجتماع میں شرکت کی۔ امیر حلقہ نے حلقہ کے علاقہ جات، معاونین حلقہ اور مقامی تناظیم کے امراء کا تعارف کروایا۔ پھر سوال و جواب کی نشست ہوئی جو بعد عصر تک جاری رہی۔ بعدازاں مبتدی وملتزم تربیتی بیعت مسنونہ کا اہتمام کیا گیا، جس میں لگ بھگ 400 رفقاء نے شرکت کی۔ بعد نمازِ مغرب حلقہ کے ذمہ داران کی نشست ہوئی۔ امراءِ تناظیم نے اپنی اپنی تنظیم کے ذمہ داران اور علاقے کا تعارف کرایا۔ پھر سوال وجواب کی نشست ہوئی جو 2 گھنٹے جاری رہی۔ رات 9:30 بجے دعا پر اس نشست کا اختتام ہوا۔ دورہ کے دوران ناظم اعلیٰ، نائب ناظم اعلیٰ اور امیر حلقہ شریک رہے۔

اتوار (28-جنوری) کو اسلام آباد میں منعقدہ سیمینار میں شرکت کی۔ پیر، منگل وبدھ کو کراچی میں ریکارڈنگ کے علاوہ معمول کی مصروفیات رہیں۔ نائب امیر سے مسلسل آن لائن رابطہ رہا۔

رفقاء متوجہ ہوں
ان شاء اللہ

''قرآن اکیڈمی 25 آفیسرز کالونی بوسن روڈ (عقب ملتان لاء کالج) ملتان'' میں
25 فروری تا 02 مارچ 2024ء (بروز اتوار نمازِ عصر تا بروز ہفتہ نماز ظہر)

مبتدی وملتزم تربیتی کورس کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: ملتزم تربیتی کورس میں درج ذیل موضوعات پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں: ☆ **اسلام کا انقلابی منشور** ☆ **جہاد فی سبیل اللہ**
زیادہ سے زیادہ رفقاء متعلقہ کورس میں شریک ہوں۔

(زیر کیم تا 03 مارچ 2024ء (بروز جمعۃ المبارک نمازِ عصر تا بروز اتوار نمازِ ظہر)

امراء، نقباء ومعاونین تربیتی ومشاورتی اجتماع کا انعقاد ہو رہا ہے۔

نوٹ: درج ذیل موضوع پر باہمی مذاکرہ ہوگا۔ ذمہ داران سے گزارش ہے کہ دستیاب مواد کا مطالعہ کر کے تشریف لائیں۔ ☆ **اسلام کا انقلابی منشور (سماجی سطح پر)**
زیادہ سے زیادہ ذمہ داران پروگرام میں شریک ہوں۔

موسم کی مناسبت سے بستر ہمراہ لائیں

برائے رابطہ: 0332-6187858 / 061-6520451

المعلن: مرکزی شعبہ تعلیم وتربیت: 78-35473375(042)

prima facie case, Israel now claims that 10 percent of Gaza-based staff have links to "militant groups". Under the UN's internal rules, due process is compulsory when misconduct is alleged. When serious allegations backed by incontrovertible evidence against UN personnel are put forward, the UN's secretary-general has the authority to order the summary dismissal of the accused staff. Such extreme cases are rare. In all other cases, typically, a board of inquiry is established to investigate the most serious cases, or accusations are picked up by the UN's internal investigatory department that may initiate a formal inquest based on preliminary evidence. In the interim, the staff member facing allegations of misconduct may be suspended. In the case of the 12 UNRWA employees accused by Israel, summary dismissal is a surprising decision not least as the circumstances of the cases – an all-out war and possibly a genocide – and the credibility of the accusing party should compel a cautionary approach.

Yet the UN leadership was quick to jettison the presumption of innocence of their staff. On January 28, UN Secretary-General Antonio Guterres issued a statement to advise that of the "12 people implicated, nine were immediately identified and terminated by the Commissioner-General of UNRWA, Philippe Lazzarini; one is confirmed dead, and the identity of the two others is being clarified. Any UN employee involved in acts of terror will be held accountable". In his statement, Guterres further states that "the abhorrent alleged acts of these staff members must have consequences". Already, the secretary-general has seemingly adjudicated the case and promised "consequences". He has shown no such outrage or made calls for accountability for the murder by the Israeli military of his own staff – as if such war crimes are not abhorrent acts that call for consequences.

Firing staff at will based solely, as Guterres admits, on "allegations" is troubling and should be of concern to all staff members and staff unions of the United Nations. But more alarming and consequential is the swift decision of the United States, Austria, Australia, Canada, Finland, Germany, Italy, Japan, the Netherlands, Iceland, Sweden, Switzerland, Romania and the United Kingdom to suspend their funding to UNRWA during an all-out war on the people it was established to protect.

Worse, when Israel is in the dock of the ICJ facing plausible allegations of perpetrating a genocide, such decisions may even be deemed a breach by these states of their obligations under the 1948 Genocide Convention. But this shouldn't come as a surprise since some of the same governments choose to overlook the many war crimes and crimes against humanity perpetrated by Israel and continue their military support for its onslaught on Gaza, now in its fourth month. In the end it is not only collective punishment – it is furthering a genocide.

Courtesy: *https://www.aljazeera.com/*

گوشۂ انسدادِ سود

وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال اور ان کے جوابات

(گزشتہ سے پیوستہ)

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب تم میں سے کوئی کسی کو قرض دے تو اگر مقروض اسے ہدیہ دے یا سواری دے تو اس پر سوار نہ ہو اور ہدیہ قبول نہ کرے، الّا یہ کہ ان میں پہلے سے تعلقات تھے اور ایک دوسرے کو ہدیہ دیتے اور سواری پیش کرتے تھے۔''

اسے ابن ماجہ نے اور بیہقی نے شعب الایمان میں نقل کیا ہے۔

اس سے پتہ چلا کہ قرض خواہ کو مقروض سے ہدیہ کی صورت میں معمولی منفعت حاصل کرنے سے بھی روک دیا گیا ہے۔

بحوالہ: ''انسدادِ سود کا مقدمہ اور وفاقی شرعی عدالت کے 14 سوال'' از حافظ عاطف وحید

آہ! فیڈرل شریعت کورٹ کے سود کے خلاف فیصلہ کو 650 دن گزر چکے!

Defunding UNRWA is worse than collective punishment

Cutting funding for UNRWA at this time means furthering the Israeli genocide in Gaza

By: Moncef Khane (Former United Nations official)

On January 26, the very day the International Court of Justice (ICJ) issued an interim ruling on South Africa's case accusing Israel of committing genocide against the Palestinian people, the Israeli government dropped a bomb. It was not the usual 900kg US-made bunker buster, but a much more lethal one: it accused 12 employees of the United Nations Relief and Works Agency for Palestine Refugees (UNRWA) of having ties to Hamas or being involved in its October 7 operation. This immediately resulted in over a dozen countries cutting their financial support for the agency and UNRWA's chief, Philippe Lazzarini, firing nine of the accused (of other three – one is dead and two are unaccounted for). Given the meagre aid trickling into Gaza and the looming starvation of its people, particularly in northern Gaza, defunding UNRWA now is worse than collective punishment – it could be a death sentence for many destitute and hungry Palestinians.

UNRWA was established by the General Assembly of the United Nations in 1949 to provide relief to all Palestine refugees originally defined as "persons whose place of residence was Palestine during the period 1 June 1946 to 15 May 1948, and who lost both home and means of livelihood as the result of the 1948 war". The definition was broadened to include persons displaced by the "1967 and subsequent hostilities". Today, UNRWA has 30,000 staff, mainly Palestinian physicians, nurses, educators, relief workers, drivers, engineers, logisticians, etc who provide humanitarian relief, healthcare, education and other assistance to millions of Palestine refugees throughout the Middle East. In Gaza, UNRWA's 13,000 staff have supported almost all aspects of Palestinian life, especially after Israel imposed a blockade of the Gaza Strip in 2007 with Egypt's support.

From Israel's perspective, UNRWA is another enemy that has prolonged Palestinian resistance to its occupation. It is a "barrier" to solving the Palestinian refugee question by simply resettling Palestinian refugees in other countries, as it now openly advocates. For all Israeli governments, implementing UN Security Council resolutions and international law on the inalienable "right of return" of Palestinians forced by Zionist militias and subsequently the Israeli army to leave their homes in 1948 is anathema to Israel's existence.

The accusations against the 12 UNRWA staff should be seen in this context; it is also important to remember who is making them. Israel is an occupying power facing allegations of genocide deemed plausible by the ICJ. Israeli forces have repeatedly attacked UN-protected facilities including schools and hospitals, killing thousands of civilians, mainly children and women seeking refuge on UNRWA premises, as well as 152 UNRWA staff. Israel also has a long history of unsubstantiated accusations against UNRWA employees and within the context of the current conflict, it has been caught lying repeatedly about alleged crimes by Palestinians (eg, the beheading of 40 babies on October 7).

Bolstered by the UN's hasty decisions taken without establishing through an investigation a

Vol: 33 Regd. No. C.P.L NO.114 No.07

Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore